حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس طیبہ کے انوار

ملفوظاتِ شریفیہ

جامع

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ وحواشی
محمد اقبال مجددی

ترجمہ ملفوظات
اقبال احمد فاروقی

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ○ لاہور

نام کتاب ——— ملفوظاتِ شریفہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جامع ——— حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و حواشی ——— محمد اقبال مجددی

شعبۂ تاریخ گورنمنٹ شاہ حسین کالج۔ لاہور

اردو ترجمہ ——— اقبال احمد فاروقی

طبع اول ——— ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

تقطیع ——— ۲۲×۱۸/۸ صفحات

طبع ——— المعارف پریس لاہور

قیمت ———

ناشر ——— مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

پروفیسر محمد اقبال مجددی گورنمنٹ شاہ حسین کالج لاہور

صاحب ملفوظات کا سیاسی و سماجی ماحول

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب آنکھ کھولی تو سلطنت مغلیہ کا آفتاب ڈھل رہا تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں زوال و انحطاط کے اثرات نہایت سرعت کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ سلطنت کا سارا نظام کھوکھلا ہو چکا تھا۔

دہلی کے وہ باشندے جنہوں نے شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد میں امن و امان کی زندگی بسر کی تھی پیہم ہنگامہ آرائیوں سے تنگ آ گئے تھے ان کو اپنی عزت و ناموس کا بچانا محال نظر آتا تھا۔ زمین و آسمان کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر ان پر مایوسی، وحشت، کم ہمتی اور خود فراموشی کے مہیب اثرات طاری تھے اور ایک عظیم قوم سیاسی طور پر بیکار اور مفلوج ہو رہی تھی۔

ان حالات میں چند بوریا نشینوں نے بادشاہ کو اس کے گہوارۂ عیش و عشرت میں بیدار کرنے کی کوشش کی چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بادشاہ، وزیر اور امراء کے نام دس کلمات کا ایک اعلان جاری کیا جس میں مطالبہ کیا:

"آنکہ بادشاہ اسلام و امراء کبار بہ عیش حرام مشغول نشوند، از گذشتہ توبہ نصوح بجا آرند و آئندہ اجتناب نمائید"[1]

اور حضرت شاہ فخر جہاں نے ہدایت کی:

پس اول مقدم ایں است کہ آں صاحب بذات خود مستعد محنت کشی و ملک گیری شوند[2]

---

[1] شاہ ولی اللہ: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی۔ ندوۃ المصنفین دہلی۔ سنہ ۱۹۶۹ء۔

[2] عملا الملک: غازی الدین نواب: مناقب فخریہ ص ۳۶ - ۲۵ مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ

اگر شاہ ولی اللہ کی تصانیف کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب مذہبی شعائر سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے بے تعلقی تھی۔[۱] نیز اقتصادی انحطاط کو انہوں نے زوال کا سبب قرار دیا ہے۔ اس کے باعث ہی تمام سیاسی انتشار اور بدنظمیاں پیدا ہوئی تھیں فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ نہ وہاں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی مذہب اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔

نیز اگر حضرت شاہ ولی اللہ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو زوال کے یہ اسباب متعین ہوتے ہیں:۔

۱۔ خالصہ (شاہی) کے علاقہ کا محدود ہونا۔

۲۔ خزانہ کی قلت۔ (۳) جاگیرداروں کی کثرت۔ (۴) اجارہ داری کے مسموم اثرات۔ (۵) افواج کے مواجب کا بروقت نہ ملنا وغیرہ۔[۲]

بادشاہ سازشوں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہ نے سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو ایسی شخصیتوں کا انتخاب کیا جن کے ذریعہ سے مفسد عناصر کی سرکوبی ممکن تھی۔ یعنی نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی۔

شاہ صاحب نے ان دونوں کے انتخاب میں بے پناہ سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا تھا اور ان دو طاقتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام مسلم دشمن طاقتیں کچل کر رکھ دی گئیں۔ اس موقع پر اگر مغلیہ حکومت میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان پر دوبارہ قائم کر سکتی تھی لیکن مغلیہ سلطنت اس وقت ایک بے روح جسم کی مانند تھی۔ جنگ پانی پت کا اصل فائدہ فاتحین جنگ پلاسی نے اٹھایا۔

بعض حلقوں کا یہ تصور غلط ہے کہ شاہ ولی اللہ اور احمد شاہ ابدالی انگریزوں کے خطرے سے بے خبر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں ڈر تھا کہ کہیں مغل بادشاہ کے تساہل سے انگریزوں کو اپنا

۱؎ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات۔ صہ ۳۳۔

۲؎ ایضاً " " " صہ ۳۶

اقتدار قائم کرنے کا موقع نہ مل جائے۔ چنانچہ جس وقت احمد شاہ ابدالی نے حملہ کیا شاہ عالم ثانی، بہار میں تھا۔ جنگ پانی پت کے بعد احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم کو دہلی بُلانے کی بجد کوشش کی اور اپنا آدمی بھیجا جب وہ نہ آیا تو احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم کی والدہ نواب زینت محل سے خط لکھوایا کہ تم اپنے بہی خواہوں کی سنے بغیر دہلی چلے آؤ۔ یہاں تک کہ احمد شاہ ابدالی نے انگریزوں کو بھی لکھا کہ وہ شاہِ عالم کو دہلی پہنچنے کے لیے ہر قسم کی سہولت مہیا کریں۔ وینسی ٹارٹ، احمد شاہ کو لکھتا ہے[۱]:

"If it should be Shahenshah (Abdali's) pleasure, (Shah Alam) will be escorted by some (British) Troops to Delhi."

شاہ عالم کو وہاں سے بلانے کی کوشش اس لیے تھی کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئے اور دہلی آکر احمد شاہ کی موجودگی میں اپنی طاقت مستحکم کرے لیکن شاہ عالم اس وقت دہلی نہ آیا اور حالات انگریزوں کے موافق ہو گئے۔ صوبائی خود مختاری کے رجحانات تیزی سے سرایت کرنے لگے اور شاہ ولی اللہ نے جن مسلم دشمن قوتوں کو کچلنے کے لیے احمد شاہ ابدالی کو مدعو کیا تھا وہ پھر سے قوت پکڑنے لگیں۔

مرہٹے، جاٹ اور سکھ — ان تینوں کی ہنگامہ آرائی نے زندگی کو ایک مصیبت بنا دیا پھر افغانوں کے حملوں نے تو رہی سہی جان ہی نکال لی۔

صوبائی خود مختاری کے عام ہو جانے سے انگریزوں نے فائدہ اٹھا کر الحاق کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ایک ایک صوبہ کو اپنے پنجۂ اقتدار میں جکڑ لیا۔

اس دوران طبقہ علماء و مشائخ جس سے اصلاح سیاست، مذہب اور معاشرہ کی لوگوں کو توقع ہوتی ہے ——— اپنے منصب کی ذمہ داریوں کو فراموش کر چکا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے کے صوفیۂ خام اور علماء سو صدہا قسم کی گمراہیوں کا شکار تھے اور ان کی گمراہی کا اثر ہر کہ و مہ پر پڑتا تھا۔

---

[۱] یہ معاصر دستاویز اسلامک کلچر حیدر آباد دکن۔ ج ۱۱ ص ۵۰۳ تا ۵۰۴ شائع ہو چکی ہے۔

دنیا پرستی سے زیادہ بڑی کوئی لعنت علماء کے لیے نہیں ہو سکتی۔ اس دور کے اکثر علماء اسی میں گرفتار تھے اور مختلف امراء اور رؤسا اس سے منسلک ہو کر سیاست میں حصّہ لے رہے تھے۔ ایسی سیاست جس کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود نہ تھا بلکہ اپنے لیے جاہ و منزلت کا حصول تھا۔ اکبر کے زمانے میں ایسے ہی علماء کی دنیا پرستی کے خلاف حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آواز اٹھائی تھی۔

اس دور میں حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، مرزا مظہر جانانِ جاناں، خواجہ میر درد، شاہ غلام علی دہلوی اور مولٰنا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس رجحان کے خلاف جنگ کی اور علماء کو ان کے اعلیٰ فرائض یاد دلائے۔

یہ علماء در اصل یونانی علوم کے اثرات میں پھنسے ہوئے تھے ان کا سارا وقت دور از کار بحثوں میں صرف ہوتا تھا۔ قرآن و حدیث سے ان کا رابطہ تقریباً ٹوٹ چکا تھا۔ شاہ ولی اللہ نے اس ماحول میں للکارا اور اعلان کیا کہ :-

"یاد رکھو! علم یا تو قرآن کی کسی آیتِ محکم کا نام ہے یا سنتِ ثابتہ قائمہ کا"۔[1]

حضرت شاہ غلام علی نے بھی یونانی فلسفہ کے مسموم اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "ایک مرتبہ ہم نے بوعلی سینا کی ایک کتاب کے صرف ایک ہی ورق کا مطالعہ کیا تھا، ہمارے قلب پر ظلمت چھا گئی تو کلمۂ شہادت کا وِرد کرنے سے اس کا ازالہ ہوا۔ فرماتے ہیں :-

"روزی مطالعہ کتاب بوعلی سینا مقدار یک صفحہ نمودہ بودم کہ ظلمتی بر قلب آمد کلمۂ شہادت خواندم و ازالہ آن نمودم"۔[2]

اس دور میں عملی زندگی سے فرار کا عام رجحان تھا فرار کی دو نمایاں صورتیں تھیں، مذہب کا سہارا لے کر انفرادی نجات کی کوشش کی جائے، مادی دنیا کی ناکامی کے احساس کو مٹانے کیلئے عالمِ آخرت کے لیے جدوجہد کی جائے، اور دوسرا راستہ تھا کہ انسان دین و دنیا سے بے نیاز

---

[1] خلیق احمد نظامی : تاریخِ مشائخ چشت۔ ۳۵۹۔

[2] رافت رؤف احمد : درالمعارف استنبول ۱۹۷۴ء صـ ۱۴۵۔

ہو کر رامش رنگ و بو میں ڈوب جائے۔

لیکن سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ فرار کے یہ دونوں راستے ایک دوسرے میں ضم ہو گئے اس عہد میں تصوف کے جس نظریہ کو مقبولیت تھی وہ وحدت الوجود کے فلسفہ کی بگڑی ہوئی شکل تھی بعض صوفیاء کرام نے اس نظریہ کو خواص تک محدود رکھا تھا لیکن اس دور میں اس کی تعبیر یہ کی گئی :۔

"ہر چیز خدا ہے یہ فلسفہ مذہب کی ظاہری رسوم، دیر و حرم کی تفریق وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان بھی خدا ہے تو پھر یہ مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا خدا کی عبادت کرے ایسی صورت میں کوئی گناہ گناہ نہیں رہتا کیونکہ گناہ کا مرتکب خود خدا ہے جب خدا ہی مرتکب ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خدا خود اپنی ذات کو سزا دے۔"

سماج پر اس فلسفہ کے اثرات یہ ہوئے کہ عوام میں مذہبی رواداری کے نام پر دین سے بے اعتنائی پیدا ہو گئی، مندر اور مسجد کا فرق ختم ہونے لگا اس کے ساتھ ہی عام سماجی زندگی میں بے اعتدالیاں پیدا ہو گئیں۔

اس فلسفے کی غلط تعبیرات نے حرم اور میکدے کی سرحدیں ختم کر دیں۔ لوگ خدا اور اپنے نفس دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے۔ صوفیاء انفرادی نجات حاصل کرنے میں کوشاں ہو گئے۔ عوام محض ان کی خدمت میں نجات کا راستہ دیکھنے لگے۔[2] چنانچہ پیشِ نظر مجموعۂ ملفوظات میں نظریۂ وحدت الوجود پر بحث کا مقصد بھی اس کی صحیح تعبیر پیش کر کے غلط فہمیاں دور کرنا ہے۔[1]

وحدت الوجود کی تعبیریں کرنے والوں نے اس کا حلیہ تو پہلے ہی بگاڑ کر رکھ دیا تھا اب تصوف کے سرچشمے ویدانت اور اپنشد کو باور کروانے کی کوششیں کی جانے لگیں۔ عملیات اور تعویذ گنڈوں میں حد سے زیادہ اعتقاد بڑھ گیا، پیر کی غیر شرعی حرکات حجت سمجھی جاتی تھیں۔ اس قسم کے صوفیہ خام نے مذہبی تعلیم کو مسخ کرنے کے ساتھ ساتھ ملت کے قوائے عمل کو شل کر دیا تھا۔

---

[1] وحدت الوجود کی تشریح و تعبیر کے لیے ملاحظہ ہو علامہ بحر العلوم کا رسالہ "وحدت الوجود" مترجم و مرتب مولانا زید ابوالحسن فاروقی۔ دہلی۔ ۱۹۷۱ء

[2] خلیق انجم: مرزا محمد رفیع سودا۔ علی گڑھ ۱۹۶۶ء ص ۴۱ - ۴۲ (بہ تغیر قلیل)

اگرچہ اس دور کے ہر سلسلہ کے راسخ العقیدہ مشائخ نے اس قسم کے صوفیہ کے خلاف آواز بلند کی لیکن تصوف کو خالص اسلامی صورت میں نکھار کر پیش کرنے والوں میں مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور جامع ملفوظاتِ حاضر حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔

اس زوال و انحطاط کے اثرات سارے ہندوستان میں نمایاں تھے تمام صوبوں میں ان اثرات کا جائزہ اس مختصر مقدمہ میں پیش کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ کتاب حاضر کے جامع کے مولد و منشاء پنجاب کے حالات و ماحول پر کچھ روشنی ڈالنا ہے۔

پنجاب میں ہمیشہ امن و امان کا فقدان رہا ہے جونہی مرکز میں معمولی سا ضعف پیدا ہوتا تھا پنجاب بغاوتوں میں گھر جاتا تھا یہاں کے باشندوں کو کبھی مسلسل امن نصیب نہیں ہوا۔

جب مرکزی حکومت اپنی حیثیت مطلق کھو چکی تو یہاں کی مسلم دشمن طاقتوں خصوصاً سکھوں نے ایک سیاسی نظام کے تحت امرتسر کو عسکری مرکز بنا لیا۔ پھر اورنگ زیب کے کمزور جانشینوں نے ان کی طاقت پر نظر نہ رکھی اور ان کی چیرہ دستیاں اور مظالم اس حد تک پہنچ گئے کہ :۔

"زن ہائے حاملہ را شکم دریدہ و جنین را کشیدہ می کشتند"[1]

باندا سنگھ کے مظالم سے تو تمام شمالی ہندوستان تھرا اٹھا۔ ۱۷۱۰ء میں جب سرہند پر سکھوں کا حملہ ہوا تو بہت سے مسلمانوں نے ہندوؤں کے گھروں میں بھیس بدل کر پناہ لی۔[2]

ان کے مظالم زندوں تک محدود نہ رہے بلکہ حضرت شاہ قمیص قادری کا مزار خود ان کی اولاد سے جبراً کھدوایا گیا۔[3]

مرکزی حالات کی ابتری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سکھوں نے ۱۷۶۴ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا اور جہلم سے جمنا تک اپنا تسلط قائم کر لیا۔ ۱۷۶۵ء اور ۱۸۰۰ء کے درمیان ان کا اقتدار اور بڑھ گیا۔ اٹک سے کرنال تک اور جموں سے ملتان تک ان کے قبضہ میں آ گیا۔ اس طرح اٹھارویں صدی میں

---

[1] طباطبائی غلام حسین :۔ سیر المتاخرین ص ۴۰۲

[2] اردن :۔ لیٹر مغلز جلد اوّل ۹۶

[3] وارد محمد شفیع :۔ مرات واردات قلمی بحوالہ خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت ۳۱۸۔

سکھوں نے جو حالات پیدا کر دیئے تھے ان سے لوگوں کے مصائب میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ حقیقت بھی ماہرین تاریخ نے تسلیم کی ہے کہ وہ ایک کل ہند سیاسی نظام قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔[1]

حضرت شاہ عبدالعزیز نے انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنے ... کو لکھا تھا:

ایام برداتت فالقلب منجزع — من قوم سکھ وان الخوف معقول۔

سردیوں کا موسم آگیا اور دل پریشان ہے سکھ قوم سے۔ اور دل کا یہ اندیشہ مبنی بر حقیقت ہے۔[2]

۱۷۹۹ء تک پنجاب پر چھوٹے بڑے سرداروں کی حکمرانی رہی جن کا آپس میں کبھی اتحاد نہ ہو سکا خود لاہور میں رنجیت سنگھ کے حملہ سے پہلے متعدد سرداروں کی حکمرانی تھی جو الگ الگ خراج وصول کرتے تھے رعایا ان کے ظلم وستم سے تنگ آ چکی تھی۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے بڑھ کر لاہور پر قبضہ کر لیا۔ جس سے یہ فائدہ ہوا کہ لاہور بیک وقت متعدد سرداروں کی سرداری اور ظلم سے نجات پا گیا۔ یہاں قوت جمع کر کے رنجیت سنگھ نے سارے پنجاب کو زیر نگیں کرنا شروع کر دیا۔ بہت قلیل عرصہ میں اس کی حکمرانی پنجاب کے بڑے بڑے شہروں پر قائم ہو گئی جس سے سکھ طاقت اپنے پورے عروج پر آ گئی۔

اگرچہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں پنجاب میں امن وامان قائم ہو گیا۔ چونکہ سکھوں کو مسلم حکومت کی طرف سے کافی پریشانیاں اٹھانی پڑی تھیں اس لیے اب اس دورِ اقتدار میں انہوں نے دل کھول کر اس کا بدلہ لیا اور مسلمانوں کے آثار کی تباہی کے علاوہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر کئی قسم کی پابندیاں عائد کر دیں۔ آذان کی متعدد مرتبہ بندش، مساجد کا اصطبلوں میں تبدیل ہونا، خود رنجیت سنگھ کا مسجد وزیر خان کے میناروں پر موراں طوائف کے ساتھ زنا کرنا اور پھر مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے موراں سے ایک مسجد بنوانا۔ چند مسلم امراء کو دربار میں معزز عہدے دینا۔ کسی مسلم درگاہ کو سرکاری طور پر امداد مل جانا اس قسم کے واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ مسلمان سکھ دور میں خوش حال تھے خام خیال ہے۔ کتابِ حاضر کے جامع کا مولد ومنشاء اسی پنجاب کا ایک معروف قصبہ قصور ہے۔ جس کی سیاسی وسماجی حالت اس دورِ زوال میں خاصی ابتر تھی۔ خصوصاً اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد یہاں گورنروں اور نائبین کا مسلسل تبادلہ اور پھر حملہ آوروں کے عاملوں سے قصور کے عوام کی زندگی گذارنا دشوار ہو گیا تھا۔

---

[1] خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۹۔ [2] ایضاً ص ۳۱۹

حاکم قصور حسین خان بن سلطان احمد خویشگی نے ناظم لاہور عبدالصمد خان کو بہت پریشان کیا حضرت شاہ عنایت قادری نے اسی کے عہد میں قصور سے لاہور ہجرت کی تھی۔ اس کے قتل کے بعد جھلے خان حاکم رہا ۱۷۴۵ء میں نواب زکریا خان کی وفات کے بعد جساسنگھ نے قصور فتح کر لیا۔ احمد شاہ ابدالی کی ہندوستان سے واپسی کے بعد سکھوں نے پھر سر اٹھایا۔ جساسنگھ نے سکھ مثلوں کی مدد سے قصور پر پھر حملہ کیا جس سے قصور کے چار ہزار افغان مارے گئے اور اس نے قصور کو نذرِ آتش کر دیا۔

اب قصور پر بھنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سکھ گردی کی خبریں سن کر زمان شاہ نے ہندوستان کا قصد کیا جس سے بھنگیوں کی فوجیں روپوش ہو گئیں۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ۱۲۱۱/۱۷۹۶ء میں نظام الدین خان نے قصور پر قبضہ کر لیا لیکن زمان شاہ کے جاتے ہی پھر وہی ہوا جو احمد شاہ ابدالی کے بعد ہوا تھا۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کر کے قصور پر کئی حملے کیے۔ آخر افغانوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے ۱۸۰۶-۰۷ء میں قصور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔[۱]

قصور پر پہلی مرتبہ ۱۱ فروری ۱۸۴۶ء کو انگریزوں کا قبضہ ہوا[۲] اور اس کے بعد ۱۸۴۹ء میں الحاق پنجاب کا واقعہ پیش آیا۔

اسی انگریزی دور میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہوا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہی سہی بساط بھی لٹ گئی، سیاسی و مذہبی محفلیں سرد پڑ گئیں، مسجدیں مسمار اور خانقاہیں تباہ و برباد ہوئیں۔ مدرسوں میں کھیتی باڑی ہونے لگی، مسجد اکبر آبادی (دہلی) کا نشان تک باقی نہ رہا، مدرسہ رحیمیہ دہلی جہاں سے ولی اللّٰہی حکمت کا چشمہ اُبلا تھا اور جہاں سے شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر وغیرہم قرآن و حدیث کے درس دیتے تھے وہاں مدرسہ رائے بہادر لالہ کشن داس کا تختہ لگ گیا۔[۳] عوام کا تو حال ہی قابل ذکر نہیں بڑے بڑے بزرگ اور عالم دہلی جیسا مرکزی شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے حضرت شاہ فخر الدین کی خانقاہ سونی پڑ گئی شاہ احمد سعید نے حرمین الشریفین کا رُخ کیا اور حضرت شاہ غلام علی کی خانقاہ

۱۔ ابراہیم خان خویشگی: سیر ستان، مطبوعہ ملتان ۱۸۵۴ء صـ۱۳

۲۔ محمد لطیف: ہسٹری آف دی پنجاب صـ۵۲۴

۳۔ بشیر الدین احمد: واقعات دار الحکومت دہلی ۲/ ۱۶۷

کا چراغ گُل ہوگیا۔ ہر طرف حسرت اور مایوسی چھاگئی جو اس ہنگامہ سے بچا وہ کافورِ کفن[1] کی تمنا کرنے لگا۔ گویا پوری قوم پر نکبت اور افسردگی کا عالم طاری ہوگیا۔[2]

ان حالات کے پس منظر میں انیسویں صدی کے دو جلیل القدر بزرگانِ دین حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہما اور ان حضرات کے متوسلین کے حالات اور کارناموں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

---

[1] غالب :- اردوئے معلیٰ ص ۲۱۳۔

[2] خلیق احمد نظامی :- تاریخ مشائخ چشت ۳۳۲۔

صاحبِ ملفوظات

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی حالات:- آپ علوی سادات میں سے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے سلسلۂ نسب ملتا ہے۔ آپ کے والدِ ماجد شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کبرائے عصر میں تھے۔ حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلویؒ[1] سے بیعت تھے۔ قادری چشتی اور شطاری سلاسل سے نسبت رکھتے تھے[2]

شاہ عبداللطیف بٹالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے اور تنہا اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی میں مقیم ہو گئے تھے[3]۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی سے بھی رشتہ داری تھی، خاندانِ فاضلی کے ایک فرد سیّد حسن شاہ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی سے فیض پایا تھا انہوں نے حضرت شاہ غلام علی کو خالِ محترم لکھا ہے[4]

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۵۶ھ/۴۳-۱۷۴۳ء میں بٹالہ میں پیدا ہوئے[5]۔ آپ کے

---

[1] شاہ ناصر الدین قادری:- مدفن جیش پورہ عقب عیدگاہ محمد شاہی میں ہے (ضمیمہ مقامات مظہری ص۱۴۰)
اس مقام کا نام اب شیدی پورہ عقب عیدگاہ پنجابیاں ہے (مزارات اولیائے دہلی ص۱۱۱)

[2] رافت رؤف احمد مجددی:- جواہرِ علویہ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص۱۳۹ ۔ [3] ایضاً ۱۴۰

[4] ظہور حسن:- ارشاد المسترشدین مطبوعہ ص۱۸ تا ۱۲۴۔

[5] رافت:- جواہرِ علویہ ۱۳۹۔ سالِ ولادت میں اختلاف ہے حضرت شاہ عبدالغنی نے ضمیمہ مقاماتِ مظہری میں سالِ وفات ۱۱۵۸ھ درج کیا ہے (ص۱۴۰) لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ضمیمہ جواہرِ علویہ کی تلخیص ہے (ص۱۳۹) نیز حضرت رافت نے درالمعارف میں بھی سالِ وفات ۱۱۵۶ھ ہی بہ تحقیق لکھا ہے (ص۱۵۳ مطبوعہ ترکی)

والدین اور عم بزرگ نے اپنے خوابوں کی بشارات کے مطابق آپ کے مختلف نام رکھے چنانچہ والدِ محترم نے آپ کا اسم شریف علی، والدہ محترمہ نے عبدالقادر اور عم بزرگوار نے عبداللہ رکھا۔

آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام فقیر عبداللہ عرف غلام علی لکھتے ہیں[1] لیکن عوام و خواص میں آپ کی شہرت حضرت شاہ غلام علی کے اسم گرامی سے ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں قیاس ہے کہ بٹالہ ہی میں ہوئی ہوگی۔

دہلی میں بھی آپ کو اپنے پنجابی نژاد ہونے کا احساس تھا فرمایا کرتے تھے

"من ہموں یک مرد پنجابی نالائق کہ بودم ہستم"[2]

آپ کے والد چاہتے تھے کہ آپ کو اپنے مرشد شاہ ناصر الدین قادری سے بیعت کروا دیں، چنانچہ اس ارادہ سے آپ کے والد نے آپ کو بٹالہ سے دہلی بلایا۔ آپ روز شنبہ ۱۱ رجب[3] ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۱ء کو دہلی پہنچے۔ لیکن اتفاق سے اسی روز حضرت شاہ ناصر الدین کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے والد نے فرمایا کہ ہم تو تمہیں اپنے پیر سے بیعت کروانا چاہتے تھے لیکن خدا کی رضا یہی تھی اب تم جہاں اپنی باطنی کشائش معلوم کرو وہاں بیعت کر لو[4]

۱۱۷۴ھ اس وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ یا اٹھارہ سال تھی[5] اس کے بعد ۱۱۷۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر بائیس سال تھی آپ حضرت مرزا جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ ۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک چار پانچ سال آپ نے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔

حضرت شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبدالعدل خلفائے حضرت خواجہ محمد زبیر، خواجہ میر درد، حضرت شاہ فخر الدین، شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی سے بھی اسی دوران استفاضہ کیا[6]

---

[1] شاہ غلام علی:۔ ایضاح الطریقہ مطبوعہ مطبع نقشبندی ۱۲۸۳ھ ص ۲ (در رسائل سبعہ سیارہ)

[2] رافت:۔ درالمعارف ۳۵۔

[3] حضرت شاہ غلام علی کے ورودِ دہلی کا سن ۱۱۷۴ھ تو تذکروں میں مذکور ہے لیکن تاریخ ورود ہم نے آپ کے اس ملفوظ مبارک سے اخذ کی ہے:۔

"حضرت ایشاں فرمودند کہ امروز (روز شنبہ یازدہم رجب) روز وصال حضرت شاہ ناصر الدین قادری است...... مرشد والد بزرگوار این ذرہ بمیقدار بودند کہ شب گذشتہ این روز از این سرائی فانی"۔ باقی آگے

خود فرماتے ہیں کہ تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کر کے حضرت میرزا مظہر کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوا۔[۱]

حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے لی اور ان سے بخاری شریف پڑھی۔[۲]

حضرت میرزا مظہر سے بیعت:۔ بائیس سال کی عمر میں ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۷ء کو آپ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے، تو میرزا صاحب نے فرمایا کہ جہاں ذوق و شوق ہو اور کیفیات میسّر آئیں وہاں بیعت کرو۔ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر کھانا ہے آپ نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔ میرزا صاحب نے فرمایا کہ پھر مبارک ہے بیعت کریں۔[۳]

اس کے بعد آپ نے شدید مجاہدات کیے اور ہر قسم کا تعلق منقطع کر کے شب و روز تنہائی اور ذکر اذکار میں بسر کرنے لگے۔

آخر آپ کے احوال تبدیل ہوئے اور دنیا کے چپے چپے سے بڑے بڑے اکابر، مشائخ مسندِ مشیخیت چھوڑ کر آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے فیض یاب ہو کر سارے عالمِ اسلام کو اپنے قلوب کی حدّت اور نورِ ایمان سے منور کیا۔

بقیہ:۔ رغبت بر بستہ بودند و من ہم ہموں روز از وطن خود آمدہ بودم چوں دریں مکان کہ حضرت دہلی است رسیدم والدم بسیار خوش شدند کہ مرا از مرشدِ خود بیعت نمایند۔ اتفاقاً بعد از چند ساعات جناب مرشد ایشاں ارتحال فرمودند۔" (در المعارف ص۹۶)۔ [۴] رافت: جواہر علویہ ص۱۲۰۔ [۵] رافت: در المعارف ۱۵۳۔

[۶] شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۴۰ (مقامات مظہری کے آخر میں منسلک ہے)۔

[۷] رافت:۔ جواہر علویہ ۱۴۱۔

[۸] عبدالحی: نزہتہ الخواطر ۲۵۶/۷۔ عبدالرحیم: مقالاتِ طریقت ۱۲۹۱ھ مطبوعہ حیدر آباد ۱۲۹۲ھ بحوالہ معارف ستمبر ۱۹۲۵)

حضرت شاہ عبدالغنی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے فرزندوں میں سے کسی سے شاہ غلام علی نے حدیث کی سند حاصل کی تھی (ضمیمہ مقامات مظہری ۱۴۲) ایک مرتبہ حضرت شاہ غلام علی درس دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے تبحر علم سے متاثر ہو کر کہا کہ آپ کی دقتِ نظر شاہ عبدالعزیز سے زیادہ ہے تو آپ نے جواباً فرمایا:۔

تو بہ! ایشاں بحرِ علم و در لیے بیاں اند از گل گلدستہ مہیا سازند و من از گل غنچہ میکنم۔" (در المعارف ۵۰،۶۰)

اس ملفوظ گرامی سے بھی آپ کے شاہ صاحب سے استفادہ کرنے کی روایت کو تقویت ملتی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

معمولات:- حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں کی شہادت ۱۱۹۵ھ/۸۱، ۱۷۸۰ کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے۔ آپ کے شب و روز یادِ الٰہی میں کچھ اس طرح بسر ہوتے تھے کہ :-

صبح کی نماز اوّل وقت میں لمبی قرأت و قنوطات سے ادا کرتے اور پھر طالبوں کو توجہ دیتے اور ذکر کے حلقہ میں اشراق تک مشغول رہتے۔ پھر تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ پھر انوارِ الٰہی کے القا میں زوال تک سرگرم عمل رہتے۔ زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے۔ پھر ضروری تحریرات کی طرف توجہ کرتے۔

ظہر کی نماز کے بعد تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ عصر کی نماز اوّل وقت میں ادا کر کے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پڑھاتے تھے۔ نماز مغرب تک حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ شام کے بعد مریدین کو توجہ دیتے۔ پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر نماز سے فراغت کے بعد ساری رات ذکر و مراقبہ میں گذار دیتے۔ اگر نیند غلبہ کرتی تو کچھ وقت سو لیتے۔ چارپائی پر شاید ہی لیٹے ہوں یا کبھی پاؤں پھیلائے ہوں۔ عموماً آپ بیٹھے رہتے تھے اور آپ کا انتقال بھی اسی حالت میں ہوا۔

سادگی — اپنی ذات کے لیے کچھ خرچ نہ کرتے تھے۔ لباس ہمیشہ موٹا اور سادہ پہنا کرتے تھے۔[۲]

بقیہ :- نیز آپ نے شاہ صاحب کو اسنادِ من بھی لکھا ہے (رسالہ رد اعتراضات بر حضرت مجدد۔ رسائل سبعہ ص ۳۶)

[۳] رافت : جواہر علویہ ص ۱۴۱ ۔

[۱] حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ اٹھارویں صدی عیسوی کے سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں ان کی خانقاہِ ارشاد نے اخلاقی اور روحانی اقدار کو فروغ دینے میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔ حضرت میرزا صاحب کو خدا نے کچھ ایسا مزاج اور ایسی صلاحیتیں ودیعت کی تھیں کہ وہ جس میدان میں بھی گئے امام بن کر رہے اردو شاعری میں انہیں "نقاشِ اوّل ریختہ" کہا جاتا ہے۔ نیز یہاں کی شاعری میں انہیں دبستانِ دہلی کا امام کہا جاتا ہے (خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط ص ۹) اس وقت کے نامور علماء حضرت میرزا صاحب سے منسلک تھے۔ ملکی حالات کی اصلاح کے لیے بھی آپ کی خانقاہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ روافض ہند کے ہاتھوں محرم ۱۱۹۵ھ میں شہید کر دیے گئے۔

[۲] رافت : جواہر علویہ ۱۴۳ - ۱۴۴ ۔

حضرت شاہ غلام علی اور ملکی سیاست:-

حضرت شاہ غلام علی کے زمانے کے جن سیاسی حالات کا ذکر مقدمہ کے شروع میں کیا گیا ہے۔
ظاہر ہے کہ ان حالات میں شیوخ طریقت دنیا و مافیہا سے انقطاع تعلق کر کے گوشہ گزینی میں عافیت سمجھیں۔
ایسی مکدّر فضا اور سیاسی بے چینی میں بھی حضرت شاہ غلام علی نے ریاستوں کے حاکموں اور امراء سے تعلقات بحال رکھے تاکہ ان کے ذریعہ حتی الامکان مسلمانانِ ہند کی احوال کی اصلاح ہو سکے۔

چنانچہ سیّد اسمٰعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر جامع مسجد دہلی میں تبرکات کے ساتھ تصاویر کی موجودگی کے سلسلہ میں حضرت شاہ غلام علی نے بادشاہ ہند محمد اکبر ثانی کو تنبیہ کی اور اسے بت پرستی قرار دے کر تصاویر وہاں سے نکلوائیں۔ ایک مکتوب کے ذریعے بادشاہ کو تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ مکتوب آپ کے مجموعہ مکاتیب میں شامل ہے[۱] اس مکتوب کے بارے میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے لکھا ہے:-

امر بالمعروف و نہی عن المنکر شیوۂ شریف بود بہ بادشاہ چہ قدر احتساب فرمودہ اند رہر گز درین امر خوف نداشتند مکتوبی کہ بہ بادشاہ اکبر شاہ در احتساب نوشتہ اند در مکتوبات شریف موجود است[۲]

نوابِ شمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ (ہیٹ) کلاہِ نصاریٰ سر پر رکھے حاضر ہوئے۔ آپ نے طیش میں آکر اسے منع فرمایا۔ اس نے عرض کی اگر یہی احتساب ہے تو میں پھر نہیں آؤں گا۔ وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا مگر ابھی دالان کے صفہ کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا کہ اپنی کلاہ خدمت گار کو دے کر پھر حاضرِ خدمت ہوا اور بیعت کی۔[۳]

آپ کا ترک و تجرید اس درجہ کا تھا کہ بادشاہِ وقت اور امراء ہمیشہ تمنا کرتے رہے کہ خانقاہ کے خرچ کے لیے کچھ منظور فرمالیں، اکثر یہی قطعہ زبانِ مبارک پر رہتا تھا۔

خاک نشینی است سلیمانیم　　نیک بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ مے پوشم　　کہنہ نہ شد خلعت عریانیم

---

۱ شاہ غلام علی دہلوی: مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی۔ مکتوب ۶۰ صـ ۴۴۔

۲ شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری صـ ۱۴۴ ، ۳ ایضاً صـ ۱۴۴

نواب امیر خان والیٔ ٹونک وسر ونج نے بھی یہی آرزو کی ۔حضرت شاہ رؤف احمد سے فرمایا کہ یہ شعر لکھ دو ؂

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم با میر خان بگوئی کہ روزی مقدر است[1]

ایک مرتبہ نواب شاہ نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی میں لوگوں کا اجتماع ہوا آپ بھی تشریف لے گئے وہاں دہلی کا انگریز ریذیڈنٹ مٹکلف بھی آیا تو سب حاضرین اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے لیکن آپ نہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھے اور نہ اس سے ملے بلکہ اپنا منہ دوسری طرف کر لیا تاکہ آپ کی نظر اس کے چہرے پر نہ پڑے ۔اس نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون ہے ؟ لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی جس سے آپ بہت آزردہ خاطر ہوئے ۔آپ نے زجر و توبیخ کرتے ہوئے اسے کتے کی طرح دھتکار دیا ۔ وہ پھر آپ کی طرف لپکا آپ نے تلخ کلامی سے منع کیا ۔جب وہ اپنے مکان پر پہنچا تو اس نے اپنے ملازمین میں سے کہا کہ "میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے"[2]

یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز کے مزاج شاہی کے خلاف کوئی دم نہیں مار سکتا تھا ۔

وصال :- آپ کو ہمیشہ شہادت کی موت کی آرزو رہی ۔عمر شریف کے آخری حصہ میں آپ کو مرض بواسیر غالب آگیا ان ایام میں یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب بھی مرض بڑھتا وصیت نامہ تحریر فرماتے تھے ۔

آپ نے تکلیف کے دنوں میں حضرت شاہ ابو سعید کو کئی خط لکھے کہ آپ جلد از جلد دہلی پہنچیں چنانچہ شاہ ابو سعید اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر دہلی آ گئے ۔

ہفتہ کے روز مولوی کرامت اللہ صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب کو جلدی بلاؤ یعنی حضرت شاہ ابو سعید کو طلب فرمایا ۔مولوی صاحب جا کر میاں صاحب کو بلا لائے ۔جب اندر گئے تو نظر مبارک ان پر جا پڑی اسی وقت اسی استغراق و مشاہدہ میں روح قفس مبارک سے پرواز کر گئی ۔ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء بعد اشراق یہ واقعہ ہوا ۔اس مصرعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے ؂

---

[1] ایضاً ص ۱۴۴ ۔ ۱۴۵ ۔

[2] ملفوظات شریفہ (کتاب حاضر)

جانِ بحق، نقشبندِ ثانی داد[1]

حضرت شاہ ابو سعید نے نمازِ جنازہ پڑھائی جنہیں آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔

حضرت شاہ غلام علی کے اکابر خلفاء: آپ کے معتقدین کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے نو سال قبل ۱۲۳۱ھ میں جبکہ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام کے طالبانِ حق آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ فرماتے ہیں:

"حلقہ مستفیدان طریقت کہ حلقہ اخلاص بہ گردن ارادت داشتند، می گشتند چوں نظر فرمودند کہ مجمع معتقدان با اخلاص و مخلصان با اختصاص بے شمار ست کہ مردمان از سمرقند و بخارا و غزنی و تاشقند و حصار و قندھار و کابل و پیشور (پشاور) و ملتان و کشمیر و لاہور و سرہند و امروہہ و سنبھل و بریلی و رام پور و لکھنؤ و جائیس و بہرائچ و گورکھپور و عظیم آباد و ڈھاکہ و بنگالہ و حیدر آباد و پونہ وغیرہا بہ طلب حق جل و علا، اوطان خود گذاشتہ آمدہ بودند"[2]

آپ کے خلفاء کے معتقدین بھی لاتعداد تھے آپ کے خلیفہ مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد سن مذکور تک ایک لاکھ تھی۔ اور عالم اسلام کے متبحر علماء جو ان سے فیضیاب ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور ان کا غایت درجہ ادب کرتے تھے۔

"مولانا دران دیار اظہار ساخت کہ قریب صد ہزار مردمان حلقہ ارادت بگردن اخلاص نہادہ اند و دست بیعت بدامن مولانا زدہ اند و یک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ شدہ و دست بستہ پیش مولانا ایستادہ اند"[3]

---

1. شاہ عبد الغنی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری ص ۱۵۶-۱۵۸۔
2. رأفت رؤف احمد مجددی: در المعارف ص ۶۵ - ترکی ۱۹۷۴ء۔
3. ایضاً ص ۱۰۱۔ جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سہواً بحوالہ جواہر علویہ ص ۲۴۱، مریدین و خلفاء کی یہ تعداد حضرت شاہ غلام علی سے منسوب کر دی ہے (تاریخی مقالات ص ۱۱۵) حالانکہ یہ تعداد تو مولانا خالد رومی کے معتقدین کی ہے۔ یہ غلطی بظاہر جواہر علویہ کے مترجم کے غلط اردو ترجمہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔

یہ تو شاہ صاحب کے معتقدین کے بیانات ہیں فکر جدید کے علمبردار سر سید احمد خان کی عینی شہادت بھی ملاحظہ ہو:۔

"میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم و شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امڈے تھے"۔ [۱]

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کتاب حاضر میں فرماتے ہیں کہ ایک روز خود حضرت شاہ غلام علی فرمانے لگے۔

"ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے۔ حضرت مکہ معظمہ، حضرت مدینہ منورہ، بغداد شریف اور روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے"۔ [۲]

ذیل میں آپ کے چند اکابر خلفاء کا تعارف کروایا جا رہا ہے جن کی مساعی جمیلہ و انفاس متبرکہ کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں اسلامی اقدار بہت حد تک محفوظ رہیں باوجودیکہ اسلامی سلطنت کا خاتمہ اور دشمن اسلام فرنگی کا تسلط ہو چکا تھا۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ:۔ [۳] آپ کا اسم گرامی زکی القدر ہے اور کنیت ابو سعید اور اسی کنیت سے آپ مشہور ہیں۔

ولادت ۲ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ/ ۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو ریاست رام پور میں ہوئی اور وفات حجاز مقدس سے واپسی پر بروز شنبہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/ ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک میں ہوئی۔ آپ کی نعش مبارک دہلی لائی گئی۔ عمر شریف بحساب قمری ۵۴ سال دس ماہ ۲۸ دن اور شمسی حساب سے ۵۲ سال تین ماہ ۲۲ دن تھی۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ قاری نسیم احمد

۱؎ احمد خان سر سید: آثار الصنادید۔ دہلی ۱۹۶۵ء ص ۴۶۴۔ ۴۶۵۔

۲؎ غلام محی الدین قصوری مولانا: ملفوظات شریفہ (کتاب حاضر)

۳؎ شاہ ابو سعید بن شیخ صفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔

سے فنِ تجوید سیکھا اور مفتی شرف الدین، شاہ رفیع الدین اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد مجددی سے کتب متداولہ پڑھیں۔ اپنے مرشد حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما سے حدیث کی سند لی۔ پہلے اپنے والد سے بیعت تھے پھر انہی کی اجازت سے اس خاندان کے خلفائے سے تکمیل نسبت میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ شاہ درگاہی، شاہ جمال اللہ خلیفہ حضرت قطب الدین خلیفہ حضرت محمد زبیر مجددی سے بیعت ہوئے۔ شاہ درگاہی نے آپ کو خلافت دے کر اپنا جانشین بنایا لیکن آپ کی طلب اس سے بہت زیادہ تھی آپ نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ میں آپ سے باطنی استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے آپ کو حضرت شاہ غلام علی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ۱۲۲۵ھ/۱۸۹۰ء میں آپ نے مشیخت چھوڑ کر حضرت شاہ غلام علی کی غلامی اختیار کی۔

حضرت شاہ صاحب نے آپ کے احوال پر خصوصی توجہ فرمائی سالوں اور مہینوں کے مراحل ہفتوں اور دنوں میں طے ہونے لگے اور کچھ ہی مہینے گذرے تھے کہ شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عنایت کی۔ شاہ صاحب کے آخری دور کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کردی اور سید اسمعیل مدنی نے آپ سے توجہات لیں اور فوائد حاصل کیے۔ ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ صاحب نے انہیں اپنی ضمنیت کا شرف بخشا۔

آپ کا قیام لکھنؤ میں تھا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب کی علالت شروع ہوئی۔ اس دوران میں شاہ صاحب نے آپ کو دو خط تحریر فرمائے ایک میں لکھا ہے:۔

"تعجب است کہ قصدِ آمدن رنجانہ کردہ اند۔ فقیر را بہ حسبِ ظاہر صحت محال و افسوس کہ شما این قدر تاخیر می نمایند... می بینم کہ منصب آخر مقامات این خاندان عالی شان بہ شما متعلق و وابستہ شد و بیشتر از آن در بیماری سابق دیدہ بودم کہ شما بر چارپائی ما نشستہ اید و قومیت بہ شما عطا کردند"

اس خط کے ملنے پر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے خانقاہ اور مکانات آپ کے سپرد کیے اور آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ شاہ صاحب کی وفات ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں ہوئی۔ آپ

نو سال تین مہینے مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور جمادی الآخر ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء میں اپنے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کو لے کر حج کے لیے روانہ ہوئے۔ واپسی پر ٹونک پہنچ کر وفات پا گئے۔

حضرت شاہ ابو سعید کا بڑا پاکیزہ خط تھا۔ ۱۵ر جمادی الآخر ۱۲۴۴ھ میں خوب جلی قلم سے قرآن پاک کی کتابت کی۔ جس کے صفحات ۸۸۸ ہیں۔ یہ متبرک نسخہ رباط مظہری مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

آپ کی ایک تصنیف ہدایت الطالبین ہے جس میں سلوک نقشبندیہ کا بیان ہے جو بہت مقبول اور متداول ہے دنیا کے اکثر کتب خانوں میں اس کے خطی نسخے ملتے ہیں اور کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

آپ کے بھی بہت خلفاء تھے جن میں سے بعض اسمائے گرامی یہ ہیں: میاں محمد اصغر، ملا حسن بخاری، مولوی حسام احمد ہراتی، مولوی محب اللہ افغان، میاں محمد جو، میاں عظیم اللہ، امیر باجوی، مولوی محمد شریف، ملا خدا بردی، ملا علاؤ الدین، ملا غلام محمد اٹکی، ملا عبدالکریم ترکستانی۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی۔

حضرت شاہ ابو سعید کی اولاد دو بیویوں سے تھی پہلی سے شاہ احمد سعید اور ایک دختر مجیدہ اور دوسری زوجہ سے شاہ عبدالغنی و شاہ عبدالمغنی متولد ہوئے۔ یہ تینوں فرزند نابغۂ روزگار تھے۔[۱]

حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ابو سعید کے فرزندِ اکبر ہیں اسمِ گرامی احمد سعید کنیت ابو المکارم ہے۔ یکم ربیع الآخر ۱۲۱۷ھ/ ۳۱ر جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رام پور میں ولادت ہوئی اور وفات ظہر و عصر کے مابین روز سہ شنبہ ۲ر ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ/ ۱۸ر ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گنبد سے متصل جانب قبلہ سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کی عمر ۵۹ سال تھی آپ قرآن پاک کے حافظ تھے۔

جب آپ کے والدِ ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کے لیے دِلّی

---

[۱] حضرت شاہ ابو سعید کے یہ تمام تر حالات حضرت مولانا زید ابو الحسن کی کتاب مقاماتِ خیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں ص ۲۰۰۔۲۴۔ مزید تفصیلات کیلئے دیکھیں۔ (۱) شاہ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ۔ دہلی اکمل المطابع ۱۲۸۲ھ (۲) شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری۔ مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ (۳) محمد معصوم شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین۔ رام پور۔ ۱۳۰۸ھ۔ (۴) انساب الطاہرین قلمی مملوکہ مولانا زید ابو الحسن دہلی۔

گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ تھے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر دس سال پوری نہیں ہوئی تھی۔ شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچّہ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابوسعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھے دے دیا۔

آپ نے شاہ صاحب سے کتب تصوّف سبقاً پڑھی تھیں اور مروّجہ علوم کی تحصیل مفتی شرف الدین، شاہ سراج احمد مجدّدی، مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے کی۔

حضرات مجدّدیہ کا سلوک اوّل سے آخر تک حضرت شاہ صاحب سے حاصل کیا اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلعت عطا کی لیکن چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے والد بزرگوار سے بھی توجہات لیں اس لیے شجرہ میں آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علی نے اپنے ایک رسالہ "کمالات مظہری"، تالیف ۱۲۳۰ھ میں شاہ احمد سعید کے بارے میں لکھا ہے :-

"حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابوسعید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوالِ نسبت شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود"

۱۲۴۹ھ میں آپ کے والد صاحب جب حج کے لیے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی جہاں آپ نے طالبانِ حق کو چوبیس سال سات ماہ تک فیض یاب کیا۔ محرّم ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء میں اہلِ فرنگ نے مسلمانوں سے انتقام لیا اور ان کے خون سے ہاتھ رنگے اس ہنگامہ میں بے شمار ذی علم مسلمان صوفیہ کرام اور دیگر حضرات نے ہندوستان سے بلادِ اسلامیہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت شاہ احمد سعید کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ دہلی سے بقصد مشکل آپ ڈیرہ اسمٰعیل خان پہنچے جہاں آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ تھی (جو آج کل خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کہلاتی ہے) یہاں آپ نے خواجہ قندھاری سے اپنی ہجرت مدینہ منورہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا اور اختیار دیا کہ آپ چاہیں تو خود خانقاہ شریف دہلی میں مسند ارشاد کو رونق بخشیں اور اگر چاہیں تو اپنے کسی خلیفہ کو وہاں متعیّن کر دیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ قندھاریؒ نے اپنے ایک خلیفہ مولوی رحیم بخش پنجابی (ف ۱۲۸۴ھ) کو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا جنہیں شاہ

احمد سعیدؒ نے بھی پسند فرمایا اور وہ اسی وقت دہلی روانہ ہو گئے۔

چنانچہ آپ کا جہاز آخر شوال میں جدّہ پہنچا۔ ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کا حج آپ نے ادا کیا۔ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ میں مدینہ منورہ میں حاضری دی۔

آپ کی تالیفات میں سے ان پانچ رسائل کے نام شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں لکھے ہیں۔ (۱) سعید البیان فی مولد سیّد الانس والجان اُردو (۲) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی) (۳) الفوائدُ الضابطہ فی اثبات الرابطہ فارسی (۴) الانہار الاربعہ فارسی (۵) تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین فارسی۔

آپ احیاناً فتویٰ بھی دیا کرتے تھے لیکن کسی نے آپ کے فتاویٰ کو جمع نہیں کیا۔ آپ کے جلیل القدر خلیفہ خواجہ دوست محمد قندھاری نے آپ کے ایک سو ستائیس مکاتیب جمع کیے ہیں جن میں چھیانوے خطوط حاجی صاحب کے نام اور اکتالیس دیگر اصحاب کے نام ہیں اس مبارک مجموعہ کو جناب ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان نے تحفۂ زواریہ کے نام سے ۱۳۰۳ھ میں کراچی سے شائع کیا ہے۔

ان کے علاوہ آپ کے مکتوبات بنام مولانا سیّد عبدالسلام ہسوی کے مجموعے مولانا سید ابوالحسن علی اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی کے پاس ہیں۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے عبدالرشید، عبدالحمید، محمد عمر، محمد مظہر اور ایک صاحبزادی روشن آرا تھیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں اسّی حضرات کے نام لکھے ہیں۔ انساب الطاہرین میں حضرت شاہ محمد عمر نے لکھا ہے کہ سینکڑوں افراد آپ سے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے علم ظاہری کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب سر الکاملین نے لکھا ہے:-

بسیارے از علماء زمان شاگرد حضرت ایشان بودند مثل مولوی عبدالقیوم بن مولوی عبدالحیٔ و مولانا محمد نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدّث و مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری و مولوی عبدالعلی بن قاری ہاشم وغیرہم۔[1]

---

[1] حضرت شاہ احمد سعید کے یہ تمام تر حالات حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی کی کتاب مقاماتِ خیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

حضرت شاہ احمد سعید کے حالات پر آپ کے فرزند حضرت شاہ محمد مظہر نے ایک نہایت جامع اور مفصل کتاب مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ۱۲۸۱ھ میں تالیف کی تھی جسے آپ کے خلیفہ خواجہ دوست محمد قندھاری نے ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء میں اکمل المطابع دہلی سے شائع کیا۔ نیز شاہ محمد مظہر نے اس اہم کتاب کو عربی کا لبادہ بھی پہنایا جو قزان سے ۱۸۹۶ء میں طبع ہوئی۔

حضرت مولانا خالد کردی رومی :- آپ کے خلفاء میں سے جو شہرت و قبول عام مولانا خالد کردی کو حاصل ہوا وہ دوسرے خلفاء کو کم نصیب ہوا۔ آپ بجا طور پر فرماتے تھے :-

"یہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں حضرت امام ربانی جیسا خلیفہ ملا۔ اور یہ حضرت امام ربانی کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں شیخ آدم بنوڑی جیسا خلیفہ میسر آیا۔ اور یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے مولانا خالد جیسا خلیفہ ملا"[1]

حضرت مولانا ضیاء الدین خالد شہرزوری اشعری شافعی نقشبندی مجددی قادری سہروردی کبروی چشتی نے اپنے وطن شہرزور کردستان میں تمام مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ اساتذہ کرام میں سے اس وقت کے اجل علمائے کرام کے اسمائے گرامی ملتے ہیں[2]

مولانا خالد نے حدیث کی پچاس کتب کی سند حاصل کی تھی[3]۔ علمائے ہند میں سے صرف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تعریف کیا کرتے تھے[4] اور ان سے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی[5]۔

طلبِ شیخ کامل کی آرزو ہر وقت رہتی تھی۔ حج بیت اللہ کے ارادہ سے نکلے ادائے مناسک کے بعد شام پہنچے، اس سفر میں آپ اکابر علماء و مشائخ سے ملے لیکن تشفی نہ ہوئی۔ پھر سلیمانیہ آئے تو وہاں حضرت شاہ غلام علی کے معتقدین میں سے ایک سیاح بزرگ مرزا رحیم اللہ بیگ[6] ان سے ملنے کے لیے گئے تو مولانا خالد نے مرشدِ کامل کی عدم موجودگی کی شکایت کی۔ مرزا رحیم اللہ بیگ نے حضرت شاہ صاحب کا

---

[1] کتابِ حاضر۔ [2] محمد بن عبداللہ الخانی الخالدی : البہجۃ السنیۃ فی آداب الطریقۃ العلیۃ الخالدیۃ مصر ۱۳۱۹ھ ص۸۔ [3] شاہ عبدالغنی مجددی : ضمیمہ مقاماتِ مظہری ص۱۰۱۔

[4] ایضاً ص۱۰۱۔ [5] محمد بن عبداللہ : البہجۃ السنیۃ ص۸۲۔

[6] شاہ عبدالغنی : ضمیمہ مقاماتِ مظہری ص۱۰۱۔

غائبانہ تعارف کرایا جس سے مولانا بہت متاثر ہوئے اور درس و تدریس ترک کر کے ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں دہلی جانے کے لیے طویل سفر کا آغاز کیا اور تہران (ایران) پہنچ گئے اور ایران کے دیگر بلاد سے ہوتے ہوئے بسطام، خرقان، سمنان اور نیشاپور میں اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کی۔ طوس اور مشہد میں رہے۔ یہاں سے ہرات (افغانستان)، قندھار، کابل اور دارالعلم پشاور پہنچے۔ وہاں سے لاہور آئے۔ یہاں شیخ ثناء اللہ نقشبندی[۱] سے ملاقات کی۔ انہوں نے اپنے شیخ، حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے ملاقات کی ہدایت کی۔

چنانچہ اس سارے سفر میں مولانا خالد کا ایک سال صرف ہو گیا اور مولانا ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں دہلی پہنچے[۲]۔ آپ کشتی کی خدمت اپنے ذمہ لی اور نو ماہ تک آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ آپ نے مولانا کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور آپ نے بہت جلد سلوک کی تمام منازل طے کر کے قطبیت کی بشارت لی۔ شاہ عبدالغنی نے لکھا ہے:

"بعد عنایات از خلافت بہرہ ور فرمودند و تا مزار حضرت شیخ محمد عابد وداع ایشان کرد۔ بہ خدا سپردند گویند حضرت بہ وقت رخصت قطبیت آں دیار عنایت فرمودہ بودند۔"[۳]

مولانا وہاں سے اپنے وطن سلیمانیہ کے لیے روانہ ہوئے۔ بلادِ ایران شیراز، یزد، اصفہان غرض ہر مقام پر آپ نے فریضہ اعلاء کلمۃ الحق جاری رکھا۔ ایران میں بلادِ مذکور میں روافض کے ساتھ مباحث ہوئے وہ آپ کے دلائل سے لاجواب ہو گئے اور آپ کو قتل کرنے کے لیے حملہ کیا۔ لیکن آپ خدا کے فضل و کرم سے بچ گئے اور ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں اپنے وطن سلیمانیہ پہنچے جہاں معززین نے آپ کا استقبال کیا[۴]۔ شاہ عبدالغنی نے لکھا ہے کہ جو کوئی بھی آپ کے بارے میں بدظنی رکھتا تھا اس کی شکل آپ کو خنزیر کی مثل نظر آتی تھی[۵]۔

مولانا خالد کی بدولت نقشبندی سلوک کا دیارِ عرب میں بہت رواج ہوا یہاں تک کہ ایک ہزار

۱۔ شیخ ثناء اللہ نقشبندی مقیم لاہور کے بارے میں لکھا ہے "العالم النحریر والولی الکبیر اخو شیخنا فی الطریقۃ والآنابۃ الی مولاٰ الشیخ المعمر المولیٰ ثناء اللہ النقشبندی (بہجۃ السنیۃ ص۸)۔ ۲۔ محمد بن عبداللہ خالدی: بہجۃ السنیۃ ص۸۔

۳۔ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ص۱۷۔ ۴۔ محمد بن عبداللہ: بہجۃ السنیۃ ص۸۳۔

۵۔ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ص۱۷۔

صاحبِ تصنیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت آپ کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ آپ کے قیام بغداد ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء کے دوران کی مقبولیت کا یہ عالم تھا:۔

"صد کس عالم متبحر صاحبِ تصانیف از یاران این فقیر قابل اجازت گردیدہ اند و پانصد کس از اکابر علماء، داخل طریقہ شدہ اند و تعداد عوام و خواص مردمان کہ بیعت نمودہ اند چہ بیان آید"[1]

ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ ایک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ مردمان مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں۔

مولانا دران دیار اظہار ساخت کہ قریب صد ہزار مردمان حلقہ ارادت بگردن اخلاص نہادہ اند و دستِ بیعت بہ دامن مولانا زدہ اند و یک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ شدہ و دست بستہ پیش مولانا ایستادہ اند[2]

مولانا عربی و فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی نے مولانا کے اشعار کو مولانا جامی کے ابیات سے مناسبت دی تھی۔ شاہ عبدالغنی نے مولانا کے قصائد در مدح حضرات نقشبندیہ کو فردوسی اور فرزدق پر سبقت دی ہے۔

"اشعار فارسی و عربی شان در سلسلۂ نظم گوئی سبقت از فردوسی و فرزدق بردہ بود حضرت ایشان (شاہ غلام علی) اشعار ایشان بعارف جامی مناسبت می فرمودند"[3]

مولانا کی تصانیف میں سے ایک فارسی دیوان، ترکی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

نیز مولانا کے چند فارسی رسائل کا بھی سراغ ملا ہے جن کا مجمل تعارف ملاحظہ ہو:۔

(۱) رسالۂ اعتقادیہ۔ قلمی مخزونہ کتابخانہ عارف حکمت مدینہ منورہ[4]۔

(۲) دیگر رسالہ فارسی قلمی مخزونہ کتابخانہ مذکورہ[5]

---

[1] عریضہ مولانا خالد مشمولہ در المعارف ص۷۔ حضرت شاہ صاحب کے مولانا کے مندرجہ ذیل مکتوبات ملتے ہیں۔ مکتوب نمبر ۲۳، ۳۸، ۱۱۰ء [2] در المعارف ص۱۰۱۔ [3] عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ص۱۷۰۔

[4] عزیز اللہ عطاردی قوچانی: فہرست مخطوطات فارسی مدینہ منورہ۔ تہران ۱۳۴۶ش، شمارہ فہرست ۳۹۸۔

[5] ایضاً " " شمارہ فہرست ۴۱۰۔

(۴۲) شجرات منظوم طریقۂ نقشبندیہ قلمی مخزونہ کتاب خانہ مرکزی و مرکز اسناد دانش گاہ تہران شمارہ ۲۳۴۲ اس مجموعہ میں مولانا خالد کے منظوم شجرات کے علاوہ بھی مولانا کے اشعار فارسی موجود ہیں۔ یہ مجموعہ ہم نے خود اپنے قیام تہران (جولائی ۱۹۷۶ء) کے دوران دیکھا ہے۔

(۴۳) سلسلۂ طریقۂ نقشبندیہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء صفحات ۱۵ [1]

دیگر تصانیف شرح مقامات حریری، فرائد الفوائد (شرح حدیث جبریل) جالیۃ الاکدار، العقد الجوہری فی الفرق بین کسبی الماتریدی والاشعری، شرح اطباق الذہب (مصنفہ جار اللہ الزمخشری) مع ترجمہ لغت فارسیہ، تعلیقات حاشیۂ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی علی الخیالی، حاشیہ علی جمع الفوائد من الحدیث، حاشیہ علی النہایہ فی فقہ الشافعی، رسالہ فی اثبات الرابطہ، رسالہ فی اداب الذکر، رسالہ فی آداب المرید (مطبوعہ روس)، حاشیۂ تتمہ سیالکوٹی لحاشیہ عبد الغفور علی جامی، شرح عقائد العضدیہ، مکتوبات خود [2]

مولانا خالد کے حالات پر متعدد کتب عربی میں لکھی گئی ہیں۔ مولانا کی زندگی میں ان کے خلیفہ شیخ حسین الدوسری نے الاساور العسجدیہ فی الماثر الخالدیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی [3] علامہ شامی نے بھی مولانا کے مناقب میں ایک کتاب سل الحسام الہندی النصرۃ مولانا خالد النقشبندی کے نام سے لکھی تھی [4]

مولانا خالد نے حضرت شاہ صاحب کی وفات ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کے دو سال بعد وبائے طاعون میں ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں شہادت پائی [5]

مولانا سید اسمٰعیل مدنی: (۲) انہوں نے مولانا خالد سے بیعت کی اور اجازت حاصل کر کے سرگرم الفار ہوئے، انہیں خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہلی جا کر حضرت شاہ غلام علی سے باطنی فیض حاصل کرو چنانچہ مولانا مدنی، حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت مجددیہ حاصل کی۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر وطن واپس گئے۔

---

[1] سٹوری: پرشین لٹریچر۔ ج ۱۔ ح ۲ ص ۱۰۶۴

[2] محمد زاہد بن حسن الدوزجوی: ارغام المرید مطبوعہ ایشیق کتابوی۔ ترکی ۱۹۷۷ء ص ۸۳-۸۴

[3] محمد بن عبد اللہ خالدی: البہجۃ السنیۃ ۹۲ - [4] یہ کتاب رسائل شامی مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور میں شامل ہے۔

[5] عبد الغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷۸-

ایک مرتبہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت کے ہمراہ جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کیلئے گئے تو فرمایا کہ یہاں سے ظلمت ظاہر ہوتی ہے تحقیق کے بعد معلوم ہُوا کہ وہاں واقعی بُت پرستوں کی تصاویر رکھیں ہیں۔

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی: آپ کے حالات کتاب حاضر کے حواشی میں لکھے جا چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا اضافہ کیا جا رہا ہے کہ آپ کی تصانیف کے ذریعہ حضرت شاہ غلام علی کے حالات و مقامات محفوظ ہو کر ہم تک پہنچے ہیں۔ ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں آپ نے حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات درالمعارف کے نام سے جمع کیے جو اس وقت تک شاہ صاحب کے سخنان سے آگاہی کا واحد ذریعہ ہے۔

نیز شاہ صاحب کے حالات پر ایک مفصل کتاب جواہر علویہ کے نام سے حدود ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء میں شروع کر کے ۱۲۴۰ھ میں مکمل کی۔ حضرت شاہ صاحب کے حالات کے لیے یہ کتاب ناگزیر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کے تمام سوانح نگاروں نے زیادہ اسی کتاب پر انحصار کیا ہے۔ اس کتاب کے دس جوہر (باب) ہیں:

اوّل: پیران سلسلہ حضرات قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ اور قلندریہ کے اسمائے گرامی۔ **دوم:** مشائخ نقشبندیہ کے حالات حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت شاہ غلام علی تک۔ **سوم:** حضرت شاہ غلام علی کی ولادت سے وفات تک حالات۔ **چہارم:** ملفوظاتِ شاہ غلام علی۔ **پنجم:** مکاشفاتِ شاہ صاحب۔ **ششم:** الہاماتِ شاہ صاحب۔ **ہفتم:** کراماتِ شاہ صاحب۔ **ہشتم:** شاہ صاحب کی تحریرات۔ **نہم:** واقعۂ وفات۔ **دہم:** شاہ صاحب کے خلفاء کے احوال۔

یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ فقط ایک غیر مربوط سا اُردو ترجمہ ۱۹۱۹ء میں ملک فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا تھا۔ مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اس کے جوہر دو احوال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، کنز الہدایات کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اسی جوہر کا عربی ترجمہ بھی محمد مراد منزلوی نے کیا تھا جو عربی ترجمہ مکتوبات حضرت امام ربانی کے حواشی میں حال ہی میں ترکی سے دوبارہ چھپا ہے۔

---

[1] رافت رؤف احمد:- جواہر علویہ ۱۴۱-۱۴۲، شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷۹۔

دیگر خلفاء:- (۱) حافظ عبدالرحمٰن مجددی (جالندھری)، ۲۔ مولوی بشارت اللہ (بہرائچی)، ۳۔ مولوی کرم اللہ۔ ۴۔ میر طالب علی مشہور بہ مولوی عبدالغفار۔ ۵۔ محمد حسن۔
۶۔ سید احمد گروہی۔ ۷۔ سید عبداللہ مغربی۔ ۸۔ مرزا رحیم بیگ موسوم درویش عظیم آبادی۔ ۹۔ ملا پیر محمد۔
۱۰۔ ملا گل محمد غزنوی۔ ۱۱۔ مولوی ہراتی (مولوی محمد جان قندھاری)۔ ۱۲۔ ملا محمد منیر۔ ۱۳۔ مولوی ولی اللہ
۱۴۔ مولوی محمد عظیم۔ ۱۵۔ مولوی شیر محمد۔ ۱۶۔ مولوی نور محمد۔ ۱۷۔ مولوی محمد جان (شیخ اکرم) ۱۸۔ میر نقش علی
۱۹۔ میاں احمد یار۔ ۲۰۔ مرزا مراد بیگ۔ ۲۱۔ مرزا عبدالغفور۔ ۲۲۔ میاں فخرالدین قادری۔ ۲۳۔ محمد سرور خان۔
۲۴۔ میاں شیخ خلیل الرحمٰن[۱]

شاہ عبدالغنی مجددی نے خلفاء کے باب میں ان اصحاب کے اسمائے گرامی کا اضافہ کیا ہے[۲]
۲۵۔ مولوی عبدالرحمٰن شاہجہان پوری (ص ۱۷۹)۔ ۲۶۔ سید احمد کردی۔ (پہلے مولانا خالد سے پھر شاہ صاحب سے) ص ۱۸۱
۲۷۔ محمد منور (امام مسجد اکبرآبادی) ص ۱۸۲۔ ۲۸۔ میاں اصغر (ف ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) ص ۱۸۲۔
۲۹۔ میاں قمرالدین پشاوری ص ۱۸۳۔ ۳۰۔ محمد شیر خان (از ولایت افغانان) ص ۱۸۳۔

ان کے علاوہ بھی شاہ صاحب کے بہت سے خلفاء تھے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب و عجم میں مصروف تلقین و ارشاد تھے۔ مولانا سید ابوالقاسم[۳] (ف ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء) کے بارے میں لکھا ہے کہ "حضرت شاہ صاحب کے جلیل القدر خلیفہ تھے"[۴] ان کے لڑکے شاہ عبدالسلام، شاہ احمد سعید مجددی کے خلیفہ تھے۔

۱۔ یہ فہرست جواہر علویہ ۲۳۸ - ۲۴۴ سے ماخوذ ہے۔
۲۔ شاہ عبدالغنی:- ضمیمہ مقامات مظہری صفحات ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳۔
۳۔ وحید واحد علی:- پشت نامہ ہسوہ۔ بہرائچ ۱۹۲۹ء ص ۹۔
۴۔ عبدالحی حسنی:- نزہۃ الخواطر ۱۹/۷۔

تصانیف حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

اب تک آپ کے احوال و آثار پر مفصل اور تحقیقی کام نہیں ہوا ہے اور کسی نے آپ کی تالیفات کی تلاش و جستجو تاحال نہیں کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے رسائل خلفاء و مریدین نقل کر کے لے گئے اور ان کی نقلیں یا اصل مسوّدات اب بہت کم محفوظ ہیں۔

راقم کو اب تک آپ کی جتنی تالیفات، رسائل اور ملفوظات و مکتوبات کا علم ہوا ہے ان کی تعداد سترہ ہے۔ جن کا اس وقت مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے:۔

۱۔ مقاماتِ مظہری۔ ۲۔ ایضاح الطریقت۔ ۳۔ احوالِ بزرگان ہم رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ۔ ۵۔ رسالہ طریقِ بیعت و اذکار۔ ۶۔ رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبندؒ۔ ۷۔ رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبندؒ۔ ۸۔ رسالہ اذکار۔ ۹۔ رسالہ مراقبات۔ ۱۰۔ رسالہ در ردِّ اعتراضات شیخ عبدالحق دہلویؒ بر حضرت مجددؒ۔ ۱۱۔ رسالہ دیگر در ردِّ مخالفین حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ ۱۲۔ رسالہ مشغولیہ۔ ۱۳۔ کمالاتِ مظہری۔ ۱۴۔ سلوک راقیہ نقشبندیہ:۔ ۱۵۔ مکاتیب شریفہ۔ ۱۶۔ در المعارف۔ ۱۷۔ ملفوظاتِ طیبہ (کتاب حاضر)

مقاماتِ مظہری: حضرت شاہ غلام علیؒ کی تالیفات میں یہ سب سے اہم اور مشہور کتاب ہے۔ اس میں حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، ملفوظات، مکتوبات، معمولات، اور خلفاء کے احوال بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل اٹھارہ فصول پر مشتمل ہے:۔

اول:۔ در ذکر طریقہ نقشبندیہ مجدّدیہ۔ دوم:۔ ذکر سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ۔ سوم:۔ ذکر مجمل احوال مشائخ اربعہ حضرت میرزا مظہر یعنی سیّد نور محمد بدایونی، حاجی محمد افضل سیالکوٹی، حافظ سعداللہ اور حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہم۔ چہارم:۔ ذکر نسب و ولادت حضرت مظہرؒ۔ پنجم:۔ ذکر استفادہ حضرت مظہر از حضرت نور محمد بدایونیؒ۔ ششم:۔ ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حاجی محمد افضلؒ۔ ہفتم:۔ ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حافظ سعداللہ۔ ہشتم:۔ ذکر استفادہ از حضرت شیخ محمد عابدؒ۔ نہم:۔ ذکر مقدماتیکہ دلالت بہ امتیاز حضرت مظہر بر اہل زمان۔ دہم:۔ ذکر تاثیر صحبت شریف حضرت ایشان۔ یازدہم:۔ ترک و زہد و اوصاف حضرت ایشان۔ دوازدہم:۔ ملفوظات

حضرت ایشان ۔ سیزدہم :۔ نصائح حضرت ایشان ۔ چہاردہم :۔ مقامات حضرت ایشان ۔ پانزدہم :۔ مکتوبات و تصرفات ۔ شانزدہم :۔ انتقال حضرت ایشان ۔ ہفتدہم :۔ خلفاء حضرت ایشان ۔ ہژدہم : بعض مکاتیب شریفہ حضرت ایشان ۔

کتاب کے مختلف اندرونی شواہد کی بنا پر اس کا سال تالیف حدود ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء قرار دیا جا سکتا ہے[1]

حضرت مصنف نے اپنی اس کتاب کا کوئی نام خود تجویز نہیں کیا تھا۔ کتاب کے مقدمہ میں بھی اسے

"این رسالہ ایست مختصر و منتخب از کتاب مستطاب کہ صاحب کمالات و معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم اللہ در احوال سیدنا و مرشدنا ... شمس الدین حبیب اللہ میرزا جان جاناں و احوال خلفاء ایشان نوشتہ منت بر دل و چشم مخلصان نہادہ اند"

چنانچہ اس کے طبع اول[2] کے سرورق پر بھی اس کا کوئی نام درج نہیں ہے بلکہ صرف اسے "رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہٗ" تحریر ہے۔

شاید حضرت شاہ رؤف احمد رافتؒ کے بیان کی بنیاد پر اس رسالہ کو مقامات مظہری کا نام دیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے جواہر علویہ میں اس کا نام یہی لکھا ہے[3]

پھر مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں مقامات مظہری کے نام سے طبع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ لطائف خمسہ یا مقامات مظہری کے نام سے ملک فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا۔

حضرت شاہ غلام علی نے کتاب کے دیباچہ میں وضاحت فرمائی ہے کہ یہ کتاب مولٰنا نعیم اللہ بہرائچی کی تصنیف معمولات مظہریہؒ کی تلخیص ہے۔ اور جو کچھ خود یاد تھا وہ اس میں اضافہ کر دیا ہے۔

مقامات مظہری میں بے شک ایسے اضافات حضرت مصنف نے کیے ہیں کہ حضرت میرزا مظہر کے حالات پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں یہ ان میں سب سے مفصل و جامع ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

---

[1] غلام مصطفیٰ خان ڈاکٹر: لوایح خانقاہ مظہریہ ۔ حیدر آباد ۱۹۷۵ء ص ۲۳

[2] مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ ۔ [3] رافت، رؤف احمد: جواہر علویہ ص ۱۳۵

[4] مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ ۔

اسے ہم بلا تردد معمولاتِ مظہریہ کا نہایت مفید تکملہ کہہ سکتے ہیں اس کی دونوں فارسی اشاعتوں اور اردو ترجمہ کے ساتھ ایک نہایت مفید ضمیمہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۔ یہ ضمیمہ حضرت شاہ عبد الغنی مجددیؒ کا نوشتہ ہے جس میں انہوں نے حضرت مصنف (شاہ غلام علی) کے حالات مختصر طور پر تحریر کیے ہیں ۔

۲۔ **ایضاح الطریقت :-** طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول، اذکار اور اصطلاحات پر حضرت شاہ غلام علی نے یہ رسالہ لکھا ہے اس کا سالِ تالیف ۱۲۱۲ھ ہے ۔

دورِ آخر میں سلسلۂ نقشبندیہ میں اس رسالہ کو جتنی مقبولیت حاصل ہوئی دیگر کتب و رسائل کو حاصل نہیں ہو سکی ۔ آپ نے اس رسالہ میں عام فہم انداز میں طریقہ شریفہ کے اشغال اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ مبتدی و منتہی سبھی مستفید ہو سکتے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ

> بعد حمد و ثنا ، فقیر عبد اللہ عرف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید کہ بیست و دو سالہ بودم کہ ہدایت و عنایت بے غایت الٰہی سبحانہٗ شامل حال این فقیر گردیدہ ۔ بجناب فیض مآب ..... حضرت مرزا جان جانان قدس سرہ العزیز رسانید ..... این مسکین بذکر و شغل باطنی از حضرت ایشان تلقین یافتہ ، برین طریقہ مواظبت نمودم و تا پانزدہ سال اقتباس انوار صحبت حلقہ ذکر و توجہ و مراقبہ حضرت ایشان داشتیم و بہ یمن توجہات روح افزای حضرت ایشان مناسبتی بہ حالات و واردات این طریقہ علیہ بہم رسید و ادراک وجدان کیفیات و مقامات و اصطلاحات آن حاصل شد ..... درین ایام کہ سنہ ہجری مقدس ہزار و دو صد و دوازدہ است بہ تکلیف بعضی از عزیزان این چند فوائد از کلام مبارک حضرت خواجگان نقشبندیہ و اکابر مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم التفات نمودہ جمع کردہ آمد . الخ

یہ رسالہ متعدد مرتبہ چھپ چکا ہے رسائل سبعہ سیارہ مطبوعہ مطبع علوی ۱۲۸۴ھ میں بھی شامل ہے حضرت شاہ رؤف احمد نے جواہر علویہ میں درباب تحریرات حضرت شاہ صاحب میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے نیز آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی اس رسالہ کا متن محفوظ ہے ۔ حکیم عبد المجید سیفی مرحوم نے اس رسالہ کو علیحدہ صورت میں شائع کیا ہے ۔

متعدد قلمی نسخے بھی مختلف کتب خانوں میں ملتے ہیں محمد تقی دانش پژوہ فہرست ساز مخطوطات دانش گاہ تہران (۱۳/۲۲۱۳) نے اس رسالہ کو متعارف کرواتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی غلام علی باطنی لکھ دیا ہے۔ جس سے عام قاری یہ تصوّر کرے گا کہ آپ کا تعلق خدانخواستہ فرقہ باطنیہ سے تھا۔ دانش پژوہ صاحب سے یہاں فاش غلطی ہوئی ہے۔ نیز انہوں نے اس رسالہ کا نام بھی آداب و اذکار فرض کرلیا ہے۔ حالانکہ رسالہ کے آخر میں اس کا نام واضح طور پر ایضاح الطریقہ لکھا ہوا ہے۔ یہ رسالہ جس مجموعہ (شمارہ ۲۲۴۳) میں ہے ہم نے اپنے قیام تہران کے دوران بغور دیکھا ہے۔

۲۔ احوال بزرگان:۔ اس رسالہ میں حضرت مصنف نے حضرت غوث الثقلین، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت نجم الدین کبریٰ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین، حضرت شیخ فریدالدین، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم علاؤالدین صابر، حضرت شاہ نقشبند، حضرت خواجہ عطار، حضرت خواجہ پارسا، حضرت خواجہ احرار، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی مع اولاد حضرت مجدد کے حالات نہایت مختصر طور پر لکھے ہیں۔

ابتداء:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ در طریقہ مجددیہ اصلاحات بسیار است و مشتمل است بر فیوض خاندان قادریہ و سہروردیہ و کبرویہ و چشتیہ و نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم دو سہ ورق در احوال کبریٰ از طرق نوشتہ شد کہ وسیلہ و افتخار این بے مقدار کرد ۔۔۔۔ الخ

اس رسالہ کے آخر میں آپ نے حضرت مولٰنا خالد کردی کا آپ سے استفادہ کرنے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مولانا خالد ۱۲۲۵ھ میں دہلی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ کے بعد تالیف ہوا۔ فرماتے ہیں:۔

خلفاء حضرت میرزا جان جاناں درایں وقت بسیار شدہ حضرت مولانا خالد شہرزوری کہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ازیں لاشی کسب نمودہ در بلاد بغداد و روم و شام وغیرہ اتباع این طریقہ نمودہ جہانی را منور ساختند زیادہ از ہفت صد خلیفہ دارد۔ سید اسمٰعیل مدنی از حرمین شریفین در این جا نزد این فقیر آمدہ بیعت در مجددیہ، بر دست این لاشی نمودہ بکسب مجددیہ اجازت و خلافت رسیدہ این طریقہ در انجامی نماید عریضہ نوشتہ کہ علماء اکثر ازین طریقہ منتفع شدند اللہ اکبر (ورق ۱۷۲ ب)

اس رسالہ کا ایک نسخہ جناب جی معین الدین ۔ لاہور کے کتب خانہ میں ہے جس کا عکس ہمیں جناب ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی وساطت سے ملا۔ جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

اس رسالہ کے ۴، ۱ اوراق ہیں تقطیع خرد ہے۔ آپ نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں لکھا خاتمہ میں اس رسالہ کا موضوع احوالِ بزرگان بتایا ہے۔

۴۔ رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ۔

اس کتاب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۰۳۴ھ) کے حالات و مناقب احوال اولاد و خلفاء۔ زبدۃ المقامات اور حضرات القدس سے ملخصاً و منتخباً لکھے گئے ہیں فرماتے ہیں،

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ سید المرسلین محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔

امابعد این رسالہ ایست مختصر در ذکر مقامات و معارف و واردات جناب فیض مآب امام ربانی مجدد الف ثانی ..... و این احوال صدق مآل آنحضرت منتخب است از برکات احمدیہ محمد ہاشم کشمی و حضرات القدس ملا بدر الدین سہرندی کہ ..... از خلفائے عظام آنحضرت اند و در احوال آنحضرت آن ہر دو کتاب تحریر ساختہ اوّل بیان طریقہ کبری دین کردہ می شود بازاندکی از احوال مشائخ آنحضرت پس شروع در مقصود نمودہ می آید والمولف فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ۔

لیکن حضرت مصنف نے اس میں ان دو مذکورہ مآخذ کے علاوہ بھی کتب کے حوالے دیئے ہیں اور نیز بعض صدری روایات بھی درج فرمائی ہیں جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کے پیش نظر خطی نسخہ مملوکہ محترمہ پاشاہ بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امروہوی مرحوم کے ۲۳۷ صفحات ہیں آخر میں حضرت مصنف کا وہ رسالہ بھی شامل ہے جو آپ نے مخالفین حضرت مجدد قدس سرہٗ کے رد میں تحریر فرمایا تھا جو رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے [1]

اس نسخہ کے خاتمہ پر ایک یادداشت حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کے دست مبارک سے تحریر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قصوری نے دو شنبہ ۵ ربیع الاوّل ۱۲۶۰ھ میں اس نسخہ کا تقابل

---

[1] ص ۳۶

اور تصحیح فرمائی ہے۔

اس کا دوسرا قلمی نسخہ خانقاہ شریف مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین جناب مطلوب الرسول صاحب کے پاس ہے جو مولوی امام الدین مصنف مقاماتِ طیبین کے ہاتھ کا لکھا ہُوا ہے۔

تیسرا نسخہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں موجود ہے۔

کتاب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن میں بھی غالباً یہی رسالہ ہے جس کا نام "کرامات و ارشادات حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ ہے[1]

فہرست کتابخانہ آصفیہ میں اس رسالہ کی تفصیل درج نہیں ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ زیرِ بحث رسالہ کے علاوہ کوئی رسالہ ہے یا وہی ہے۔

۵۔ رسالۂ طریقِ بیعت و اذکار:۔

اس رسالۂ شریفہ میں بیعت کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ابتداء اس طرح سے کی ہے:۔

بعد حمد و صلوٰۃ دریابند کہ بیعت بہ معنی عہد کردن است و استوار بودن بر آن و معمول است در طریقہ عالیہ حضرات صوفیہ و آن سنت اصحاب کرام است رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیعت بر سہ قسم است بیعت توبہ کہ بر دست بزرگی بر ترک گناہاں بیعت نماید[2]۔۔۔ الخ

یہ رسالہ حضرت سید اسمٰعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد کی تالیف ہے۔ اس رسالہ میں ہے کہ جب حضرت سیّد اسمٰعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کے لیے آپ نے بھیجا تو انہیں وہاں تصاویر کی موجودگی کی وجہ سے ظلمت معلوم ہوئی فرماتے ہیں:۔

سیّد اسمٰعیل عالم و محدّث سلمہ اللہ تعالیٰ و بارک فیما اعطاہ از مدینہ منورہ برائے کسب طریقہ مجددیہ پیش بندہ آمدہ بود او را برائے زیارت آثار شریفہ را مسجد جامع فرستادم[3]۔۔۔ الخ

چار صفحات کا یہ رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے[4]

---

[1] فہرست مخطوطات فارسی کتاب خانۂ آصفیہ جلد اوّل صفحہ ۴۶۱ مخطوطہ نمبر ۲۸۸۔ [2] رسائل سبعہ سیارہ صفحہ ۲۰۔
[3] ایضاً صفحہ ۲۳۔ [4] رسائل سبعہ سیارہ مطبوعہ مطبع علوی ۱۲۸۴ھ صفحہ ۲۰-۲۳۔

۶- رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبندؒ:- یہ مختصر رسالہ ہے جس میں طریقہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

ابتداء میں طریقہ شریفہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ توصیل المرید الی المراد[۱] فرمودہ اند نزد ما طریقہ بہتر از طریقہ نقشبندیہ نیست......

یہ دو[۲] ورقی رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ صہ ۲۳-۲۴ میں شامل ہے اور آپ کے مکاتیب شریفہ کا بھی جزو ہے۔

۷- رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبندؒ:- یہ رسالہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سر حلقہ سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں:-

سطری چند از احوال شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تبرکاً نوشتہ شد این احوال در مقامات ایشان مفصلاً مذکور است......الخ۔

دو ورق کا یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ صفحہ ۲۴-۲۶ میں موجود ہے۔ نیز آپ کے مکاتیب میں بھی شامل ہے[۳]۔

۸- رسالہ اذکار:- اس رسالہ کی ابتداء میں بیان کیا ہے:-

بدانکہ صحبت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم معرفت و مکتسب و مرتبہ احسان ان تعبد ربک کانک تراہ اصحاب کرام را رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاصل بود و غلبہ محبت و ترک حظ نفس تصفیہ دلہا می نمود۔ بعد زمان نبوت صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ انواع اذکار و مراقبات برائے حصول این درجات مقرر کردہ اند......الخ

یہ مختصر رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے صفحہ ۲۶-۲۷۔

---

۲ شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ مطبوعہ لاہور ۱۳۷۱ھ مکتوب نمبر ۸۶ صہ ۷۔

۳ ایضاً " " " مکتوب نمبر ۸۷ صہ ۹

۱ توصیل المرید الی المراد: مطبوعہ مفید عام آگرہ - ۱۲۹۹ھ

۹۔ رسالۂ مراقبات:۔ اس رسالہ میں طریقت کے مقامات بیان کیے گئے ہیں فرماتے ہیں:۔

بعد حمد وثنا واضح باد کہ اکابر این طریقہ شریفہ مقامات قرب در عالم مثال بہ کشف صحیح و معائنہ صریح دیدہ۔ تعبیر ازاں مقامات بدائرہ مناسب یافتہ اند کہ آن مقامات بہ جہتہ و بے چون ست ۔۔۔۔ الخ

یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ کا جز ہے۔ (صفحہ ۲۷۔۳۰)

نیز آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی شامل ہے [۱]

اس رسالہ کا متن درالمعارف (ملفوظاتِ مصنف) میں بھی نقل کیا گیا ہے [۲]

یہ ملفوظ شریف پنجشنبہ پنجم شہر جمادی الاول ۱۲۳۱ھ کا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اس روز حکیم عبدالکریم جنجھانی نے حضرت شاہ غلام علی سے آپ کے اس رسالہ کی نقل لینے کی درخواست کی۔ نیز حضرت رافت نے لکھا ہے کہ اس سے قبل مجھے بھی اس کی نقل حضرت نے عنایت فرمائی تھی جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۳۱ھ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا۔ حدود ۱۲۳۰ھ میں۔

یہ واضح رہے کہ رسائل سبعہ سیارہ میں اس کا متن نقل کرنے کے بعد فائدہ کے عنوان سے آخر میں نو سطور کا اضافہ ہے جو درالمعارف میں نہیں ہے۔

۱۰۔ رسالہ در ردِّ اعتراضاتِ شیخ عبدالحق دہلوی بر حضرت مجدد:۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے

اکثر مخالفین نے اپنے اعتراضات کے سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے رسالۂ اعتراضات کی آڑ لے کر اپنے دلوں کے غبار نکالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ شیخ محدث کے یہ اشکال حضرت مجدد کے بعض کشوف سے تھے لیکن یہ اختلاف صرف علمی اختلاف کی حد تک تھا۔ مخالفت ہرگز مقصود نہیں تھی۔ چنانچہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ محدث، حضرت مجدد کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور اعتراضات واپس لے لیے۔

حضرت شیخ محدث کے رجوع کی روایت کے اثبات میں دیگر دلائل کے علاوہ یہ ثبوت کافی وزنی

---

[۱] شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ۔ مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ ۱۳۹۔

[۲] رافت: درالمعارف مطبوعہ ترکی ۱۹۷۶ء ص ۳۵۔۳۸۔

ہے کہ دونوں حضرات کی اولاد امجاد میں خاصا باہمی اتفاق تھا اور ایک دوسرے سے روحانی و علمی استفادہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد قدس سرہما نے حدیث کی سند حضرت شیخ محدث سے لی تھی۔[1] شیخ محدث کی اولاد مسلسل حضرات مجددیہ سے کسب فیض کرتی رہی چنانچہ مولانا نور الحق مشرقی بن شیخ محدث، حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید تھے، حافظ محمد محسن نبیرہ شیخ محدث، بھی خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ تھے۔ نیز شیخ محمد احسان بن حافظ محمد محسنؒ، حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں کے خلفاء میں سے تھے۔ جو اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ شیخ محدث کے رجوع کی روایات وضعی نہیں ہیں۔[2]

تاہم بعض حضرات نے شیخ محدث کے اعتراضات کے جواب میں مستقل رسائل لکھے، شیخ محمد بن خواجہ محمد اشرف بن خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہم، شیخ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد نے کشف الغطاء عن اذہان الاغنیاء، مخدوم معین ٹھٹھوی نے بہجۃ الانظار فی براءت الابرار، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے رسالہ احقاق لکھا اور ان کے خطی نسخے دریافت ہو چکے ہیں۔

۱۱۔ رسالۂ دیگر در ردِ مخالفین حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

یہ رسالہ مندرجہ ذیل پانچ فصول پر مشتمل ہے۔

اوّل:۔ در بیان مجملی از احوال حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ۔

دوم:۔ در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال۔

سوم:۔ در اجوبہ بعضی اعتراضات حضرت شیخ عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہ کہ رسالہ در انکارِ معارف ایشان نوشتہ اند۔

چہارم:۔ در بیان حواشی کہ اوستادِ فقیر حضرت شاہ عبد العزیز در ایام خردی بر رسالہ حضرت شیخ مذکور تحریر فرمودہ اند۔

پنجم: در رفع شبہاتی کہ بر السنہ عوام مذکور است۔

اس رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:۔

---

[1] گول، شیخ بہلول برکی؛ فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاخیار۔ قلمی، مخزونہ لیاقت میموریل پبلک لائبریری کراچی

[2] تفصیل کیلئے دیکھیں، احوال و آثار عبد اللہ خویشگی قصوری۔ لاہور ۱۹۷۲ء صہ ۱۴۵۔ ۱۴۸

بعد حمد و ثنا فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ کہ کمترین منسوبان خاندان عالی شان احمدیہ است میگوید کہ این رسالہ ایست مختصر در بیان سخنانی کہ دربارۂ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہرت یافتہ و مردم آن کلمات را سرمایۂ انکار ساختہ اند و آن کلمات محض افترا است ہرگز باثبات نمیرسد ..... الخ

حضرت شاہ غلام علی نے اس رسالہ میں نہایت مثبت انداز سے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

یہ رسالہ گویا حضرت شاہ غلام علی کے اس موضوع پر دیگر مختصر رسائل میں سب سے زیادہ مفصل ہے اور دیگر رسائل کے بعض مقامات کی تشریح معلوم ہوتا ہے۔ یہ رسالہ رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے [1]

۱۲۔ **رسالۂ مشغولیہ**:- ابتدا :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - طریقہ مشغولیہ بذکر حق سبحانہٗ و تعالیٰ باتوجہ بلطائف سبعہ تا دراں حرکت ذکر پیدا شود ..... اول لطیفہ قلب .... دوم ذکر خفی ..... الخ

لطائف میں روح، مراقبہ، ورد وغیرہ کا بیان ہے۔

اس رسالہ کے خطبہ یا خاتمہ میں آپ نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن چونکہ یہ رسالہ حضرت خواجہ دوست قندھاری خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید و ھو خلیفہ حضرت شاہ غلام علی (مصنف) کے بیاض میں شامل ہے اور انہوں نے اس رسالہ کو حضرت شاہ غلام علی کی تصنیف رسالہ کے خاتمہ پر لکھا ہے اس لیے اسے شاہ صاحب سے منسوب کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے خواجہ دوست محمد اس کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:-

رسالۂ مشغولیہ ... من تصنیف ... حضرت شاہ عبداللہ المشتہر فی الآفاق غلام علی شاہ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ... الخ

اس رسالہ کے پانچ صفحات ہیں جو حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی بیاض میں شامل ہیں یہ رسالہ مولانا عبدالرشید سیالکوٹی صاحب مالک کتابخانہ رشیدیہ راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور کی نوازش سے ہمیں دستیاب ہوا اور ہم نے اس سے استفادہ کیا ہے اس بیاض میں تین اوراق پر یہ مہر ثبت ہے۔ "بندہ عبدالصمد دوست محمد"

---

[1] مطبوعہ مطبع علوی ۱۲۸۴ھ ص ۳۶۔

اس بیاض میں نقشبندی سلسلہ کے بعض دیگر رسائل بھی منقول ہیں جو طبع ہو چکے ہیں۔ فقط رسالہ مشغولیہ ابھی تک چھپا نہیں ہے۔

۱۳- **کمالاتِ مظہری**:- حضرت شاہ غلام علی نے اپنی عمر کے اواخر حدود ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء میں یہ رسالہ لکھا تھا اس کے بارے میں حضرت شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:۔

"حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ خود کہ بظن غالب در حدود سی وہفت تالیف فرمودہ اند و عمر مبارک حضرت والد (شاہ احمد سعید) فرزند حضرت ابوسعید بعلم وعمل و حفظِ قرآن مجید و احوالِ نسبت شریفہ قریب است بوالد ماجد خود"[1]

اس اہم رسالہ کا ایک قلمی نسخہ حضرت مخدومی مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی مدظلہ[2] کے کتب خانہ واقعہ خانقاہ شریفہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ دہلی (ہندوستان) میں ہے۔ حضرت شاہ غلام علی نے اس رسالہ کا بھی کوئی نام تجویز نہیں فرمایا تھا۔ حضرت زید مدظلہ نے مطالعہ کے بعد اس کا نام کمالاتِ مظہری تجویز فرما کر اس کے سرورق پر یہی نام لکھ دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں تجویز فرمایا ہے اس عاجز نے مطالعہ کیا اور کمالاتِ مظہری کا نام اس کے لیے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ اس کے سرورق پر یہ نام لکھوایا۔ جو عبارت شاہ محمد مظہر نے نقل کی ہے وہ اس رسالہ کے صفحہ ایک سو تینتیس پر

---

[1] محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۷/۸۔ [2] حضرت مولانا زید ابوالحسن مدظلہ بن حضرت شاہ ابوالخیر بن شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید بن شاہ صفی القدر بن شاہ عزیز القدر بن شاہ محمد عیسیٰ بن خواجہ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔ اس وقت اپنے والد کی درگاہ (چتلی قبر) دہلی میں سجادہ نشین ہیں ولادت ۲۵ رمضان ۱۳۲۴ھ/۱۲ نومبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی۔ پندرہ کتابوں کے مؤلف ہیں اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ابوالخیرؒ کی مفصل سوانح مقامات خیر کے نام سے ۱۳۹۲ھ میں تالیف کی ہے جو دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔ راقم کی اسی سال (۱۳۹۶ھ) میں حضرت مولانا سے مراسلت شروع ہوئی ہے بہت مشفقانہ مکاتیب تحریر فرماتے ہیں۔

ہے۔ یہ رسالہ، ۱۸۵۷ء کے فتنۂ فرنگ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ اس وقت حضرات عالی قدر میں سے کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے۔ " ونیز درجائے ارقام نمودہ اند فرزند ایشان حضرت احمد سعید حافظ و عالم از پدر خود کم نیست اجازت تعلیم طریقہ از ین فقیر دارد انتہیٰ منقول از عین مسودات حضرت شاہ صاحب قبلہ است "۔[۱]

۱۴۔ **سلوک راقیۂ نقشبندیہ ؟ :-** کتاب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں اس نام کا ایک رسالہ بھی شاہ صاحب سے منسوب ہے[۲] لیکن اس کی تفصیل سر دست ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔

۱۵۔ **مکاتیب شریفہ :-** یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سو چھپیں مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جو آپ کے خلیفۂ جلیل حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا ہے۔ سال ترتیب ۱۲۳۱ھ ذیل کے قطعۂ تاریخ سے برآمد ہوتا ہے[۳]

داده چو انتظامش رافت بگفت ہاتف

درباب سال جمعش از "منظر عجائب" (۱۲۳۱ھ)

یہ مکاتیب زیادہ تر شاہ صاحب نے اپنے خلفاء کے نام مرقوم فرمائے ہیں۔ چند مکتوبات حاکمان وقت کے نام بھی ہیں۔ مکتوب الیہم کے اسماء گرامی سے آپ کے حلقہ کی وسعت کا اندازہ ہوگا۔

حضرت شاہ ابوسعید مجددی ۱۹ مکتوبات، شاہ رؤف احمد ۲۳ مکتوبات، شاہ احمد سعید ۳، خواجہ محمد حسن مودود چشتی ۲۱، مولانا خالد رومی ۳۔ قمر الدین پشاوری ۱، ملا فقیر محمد کولابی، شاہ گل محمد غزنوی، شہزادہ مرزا جہانگیر، صاحبزادہائے سیف الرحمٰن و عبدالرحمٰن، میاں محمد حسن (وکیل انگریز) غلام محمد خان، منور خان حاکم سرونج صوبہ مالوہ، شاہ عبداللطیف، والدہ مولوی بشارت اللہ، مولوی ہادی احمد، قاضی شمشیر خان، میاں رسول بخش گنگوہی، شاہ پیر محمد کشمیری، محمد اکبر ثانی بادشاہ ہند، مولوی محمد اکرم خان حیدرآبادی، میر فرخ حسین، مولوی ولی اللہ سنبھلی، مولوی بشارت اللہ بہرائچی، منشی امین الدولہ احمد خان، سید احمد بغدادی، نواب شمشیر خان، سید امین الدین، مولوی عبدالرحمٰن شاہجہانپوری، شیخ غلام مرتضیٰ، حاجی عبداللہ بخاری، مکتوب بنام علماء و رؤسائے روم (دراحوال مولانا خالد رومی کردی)

۱۔ زید ابوالحسن فاروقی مولانا۔ مقامات خیر۔ دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۸۴ - ۸۵۔ ۲۔ احمد منزوی۔ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی ۱۲۰۰/۲۔ ۳۔ مقدمہ مکاتیب شریفہ

ان مکاتیب میں تصوف کے عمومی اور عام فہم مسائل سے لے کر ادق اسرار و رموز پر بھی بحث کی گئی ہے۔ نیز مخالفین حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ میں آپ کے بعض رسائل بھی بطور مکتوب شامل کیے گئے ہیں[1]۔

ان مکاتیب شریفہ کا خطی نسخہ بخط جامع شاہ رؤف احمد رُباطِ مظہری مدینہ منورہ میں موجود ہے[2]۔ یہ مکاتیب مطبع عزیزی مدارس سے ۱۳۳۴ھ میں پہلی مرتبہ چھپے بعد میں متعدد خطی نسخ سے مقابلہ کر کے حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم نے لاہور سے ۱۳۷۱ھ میں شائع کیے۔ حکیم سیفی مرحوم کے ایڈیشن کا عکس آقای حسین حلمی ایشیق نے ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

مخدومی مولانا سید شرافت نوشاہی مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام علی کے مکتوبات کا ایک مجموعہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری نے بھی مرتب کیا تھا۔ اس مجموعہ میں بھی زیادہ تر وہی مکاتیب ہیں جو حضرت شاہ رؤف احمد کے مرتبہ مجموعہ میں ہیں لیکن ترتیبِ مکاتیب میں ایک نظر دیکھنے سے فرق محسوس ہوا تھا۔ مجموعہ مرتبہ مولانا قصوری کا خطی نسخہ کتب خانہ مولوی غلام حسین مرحوم[3] سیتھل ضلع گجرات میں ہے آپ کا ایک مکتوب شریف بزبانِ اردو صاحبزادہ سید حسن فاضلی بٹالوی کے نام بھی ہے جو ارشاد المسترشدین میں موجود ہے[4]۔

۱۶۔ **دُرّ المعارف:۔** یہ حضرت شاہ غلام علی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے صاحبِ ملفوظات کے جانشین و خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید مجددی کی فرمائش پر جمع کیا ہے اس کا آغاز روز سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ تک سخنان عالی مسلسل اور تاریخ وار تحریر کیے ہیں۔ آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن کی تاریخ جامع نے اس وقت تحریر نہیں کی تھی اس لیے ایسے فرمودات بے تاریخ آخر میں یک جا کر دیئے گئے ہیں۔ اس حصے میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء تک کے مندرجات ملتے ہیں[5]۔

۱؎ جن کی نشاندہی تصانیف حضرت شاہ غلام علی کے تحت کی جا چکی ہے۔ ۲؎ کلمہ تشکر بر مکاتیب شریفہ، نوشتہ ناشر حکیم عبدالمجید احمد سیفی۔ لاہور۔ ۱۳۷۱ھ ۳؎ مولوی غلام حسین مرحوم بن مولوی محمد ابراہیم مرحوم خلیفہ مولوی غلام نبی للہی۔ واقع سیتھل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔ (مقامات شرافت۔ سخنان ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء جامع محمد اقبال مجددی۔ قلمی)۔ ۴؎ ظہور الحسن: ارشاد المسترشدین مطبوعہ صد ۱۳۷-۱۴۱۔ ۵؎ رافت: در المعارف ۱۵۸۔

یہاں بعض سخنانِ عالی کی تلخیص درج کی جا رہی ہے تاکہ قارئین پر آپ کے طریقۂ ارشاد کی وضاحت ہو سکے۔

۱۔ آپ فرماتے تھے کہ لفظ فقیر میں ف سے مراد فاقہ۔ ق سے مراد قناعت۔ ی سے یادِ الٰہی اور ر سے ریاضت ہے۔ جو شخص یہ سب کچھ بجا لائے اُسے ف سے فضلِ خدا۔ ق سے قربِ مولا۔ ی سے یاری اور ر سے رحمتِ حق مل جاتی ہے۔ نہیں تو ف سے فضیحت (رسوائی) ق سے قہر۔ ی سے یاس (ناامیدی) اور ر سے رسوائی حاصل ہوتی ہے[1]

۲۔ بیعت کی تین اقسام ہیں۔ ایک پیرانِ عظام سے وسیلہ ڈھونڈنے کے لیے، دوسرے گناہوں سے توبہ کے لیے بیعت کرنا تیسرے باطنی ترقی کے لیے بیعت کرنا۔

۳۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ہم سے منسلک ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ ہمارے جیسا لباس پہنے اور ہمارا رویہ اختیار کرے۔

۴۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اپنے آپ کو بانسری کی طرح خیال کرتا ہوں جو کچھ مجھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ان ملفوظاتِ گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت مؤثر اور دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے بیشک د شبہ مبتدی و منتہی کو اس مجموعۂ ملفوظات کے مطالعہ سے جو روحانی سرور حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر ہم پتھر پر توجہ کریں تو اس سے بھی انوارِ الٰہی کا ظہور ہو سکتا ہے۔ واقعی اگر پتھر سے پتھر دل قاری بھی آپ کے ان ملفوظات کا مطالعہ کرے تو ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ خاصا مقبول رہا ہے اور آج تک اہلِ دل حضرات کے لیے حرزِ جان ہے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری نے ملفوظاتِ طیبہ (کتابِ حاضر) میں آپ کے ملفوظات کے جن دفاتر کا ذکر کیا ہے اس میں یہ مجموعہ درالمعارف بھی شامل ہے۔

متاخرین نے آپ کے حالات و سخنان کا انحصار زیادہ تر اسی مجموعہ پر کیا ہے۔ خود جامع ہذا نے جب آپ کے حالاتِ مبارک پر مستقل کتاب جواہرِ علویہ لکھی تو آپ کے ملفوظات تمام تر اسی سے تلخیص کر کے شامل کتاب کیے[2] مفتی غلام سرور مرحوم نے اپنی تالیفات میں اس کا نام دارالمعارف لکھا ہے۔ جو

---

[1] رافت: درالمعارف ۴۔ [2] رافت: جواہر علویہ ص ۱۴۵ - ۱۵۶۔

درست نہیں ہے۔

اس کی حسب ذیل اشاعتیں ہمارے علم میں ہیں :۔

۱۔ مطبوعہ باشارت مولوی غلام بسم اللہ مطبع نامی ۔۱۳۰۴ھ

۲۔ دہلی، ۱۹۲۷ء

۳۔ ملتان ۱۹ء

۴۔ ترکی ۱۹۷۴ء جو مجبوب المطابع دہلی کا عکس ہے۔ ناشر آقای حسین حلمی ایشیق۔ استنبول۔

پیش نظر مجموعۂ ملفوظات ہے جس کے جامع حضرت شاہ غلام علی کے

۱۷۔ **ملفوظات طیبہ** :۔ خلیفہ نامدار حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری ہیں۔ اس مجموعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں، مقدمہ ہذا تحت تصانیف مولانا غلام محی الدین قصوری۔

جامع ملفوظات

حضرت مولانا غلام محی الدّین قصوری قدس سرہٗ

حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ مصطفیٰ بن شیخ مرتضیٰ، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ حدود ۱۲۰۲ھ/ ۸۷، ۱۷ء میں ولادت ہوئی۔ مولوی امام الدین نے لکھا ہے :-

"از اشراف خاندان صدیقیہ ایشان بودند ولادت باسعادت ایشان در ۱۲۰۲ھ بود تخمیناً ونسب ایشان بحضرت امیر المؤمنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ می رسد[۲]"

آپ کے اجداد میں سے حاجی حافظ قاری عبدالملک، قصور کے علماء کی درخواست پر سندھ سے آکر قصور میں سکونت پذیر ہوئے تھے اور علم قرأت میں سرآمد روزگار تھے۔ حاجی عبدالملک نے سندھ سے آکر قصور میں شادی کی تھی۔ حاجی صاحب کے خسر اصلاً قصوری تھے بقول سیّد محمد مرحوم ہماری پڑنانی بیان کرتی

---

[۱] غلام سرور مفتی لاہوری : خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل صـ ایضاً حدیقۃ الاولیاء ۱۴۴۔

[۲] امام الدین گھوٹکی : مقامات طیبیّن۔ قلمی مخزونہ خانقاہ حضرت مولوی غلام نبی للّہی، للہ شریف ضلع جہلم ص ۹ ۔

ہیں کو پٹھان حاجی صاحب کو سندھ سے قصور میں لائے ان کی ساس کی درخواست پر کیونکہ ان کے خسر فوت ہو چکے تھے۔ ان کے خسر کی قبر گنبد (اخوند سعید) میں ہے۔ (محمد شفیع: اولیائے قصور۔ لاہور ۱۹۷۲ء صفحہ ۹۶)

آپ کے دادا حضرت غلام مرتضیٰ قصوریؒ بھی ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے زمانہ تھے۔ انہوں نے پنجاب میں سکھ گردی سے تنگ آ کر بطرف پشاور ہجرت فرمائی۔ احمد شاہ ابدالی کے ہم عصر تھے۔ احمد شاہ ابدالی جب پنجاب میں آیا تو اس نے یہاں کے جن علماء سے مذہبی مسائل میں مشاورت کی ان میں حضرت حافظ غلام مرتضیٰ کا نام بھی آتا ہے[1]۔ ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء میں انتقال کیا۔ حافظ غلام مرتضیٰ قاری عبدالملک کے پوتے تھے اور حاجی فتح محمد متقی سیالکوٹی کے خلیفہ کے مرید اور چاروں سلاسل میں اجازت یافتہ تھے۔

آپ کے والد حضرت غلام مصطفےٰ بھی علوم ظاہری و باطنی، حسن صورت و سیرت و بذل و ایثار میں طاقِ فرد تھے[2]۔ آپ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کے والد غلام مصطفےٰ نے انتقال کیا[3]۔ (یعنی ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۸ء)

آپ کے چچا مولانا محمد قصوری نے آپ کی پرورش و تعلیم و تربیت کی، مروجہ کتب معقول و منقول پڑھائیں[4]۔ اور اپنے چچا ہی سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات بھی سبقاً پڑھے تھے[5]۔ اور سلسلہ قادریہ کے اشغال سیکھے اور اسی سلسلہ میں ان سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپ کو خلافت و اجازت دے کر اپنا قائم مقام نامزد کیا اور ان کی زندگی ہی میں آپ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبانِ حق آپ سے بیعت ہوئے۔ مولوی امام الدین لکھتے ہیں۔

"ایشاں را بخلافت خاصہ خود سرفراز ساختہ قائم مقام خویش نصب ساختند و بزرگی حضرت عم جی صاحب ایشاں قبولیت تمام رو نمود۔ بسیار کس در آں اضلاع بر دست ایشاں بیعت نمودہ[6]"

لیکن اس فضل و کمال کے باوجود آپ کا طبعی رجحان حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت

۱؎ رسالہ مسائل فقہ قلمی مملوکہ حاجی معین الدین صاحب لاہور۔ ۲؎ غلام سرور حنفی: حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۱۴۰۔

۳؎ محمد حسن کیرتپوری: حالاتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ۔ مراد آباد ۱۳۲۲ھ صفحہ ۲۸۱۔

۴؎ ایضاً

۵؎ یادداشت مولانا قصوری مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۶؎ امام الدین: مقاماتِ طیبین قلمی صفحہ ۹۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاملان اصحاب سو که [illegible] ذکور به [illegible] خویش [illegible] و نعمت و الصلوٰة
و سلام [illegible] [illegible] ذات التحیات [illegible] بر فخر موجودات سرور کائنات [illegible]
[illegible] و محبوب درگاه لولاک لما خلقت الافلاک [illegible] فرد کردین
[illegible] همه [illegible] اند و اتفاق بدان نموده اند اما بعد میگوید فقیر غلام [illegible] محی الدین
[illegible] [illegible] مجدد الف ثانی [illegible] [illegible] با خذ طریقه [illegible] عشقیه
[illegible] بخدمت [illegible] [illegible] فخر الاسلام والمسلمین [illegible] السالکین
[illegible] العامل بالعلم و الکتاب [illegible] [illegible] فی العهد [illegible] [illegible]
[illegible] حضرت شیخ محمد [illegible] [illegible] علی [illegible] الی [illegible]
[illegible] [illegible] مجدد الف ثانی [illegible] [illegible]
مشرف گشتم

خود نوشتہ مولانا غلام محی الدین قصوری جس میں انہوں نے طریقہ قادریہ اور
مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے معارف اپنے چچا حضرت شیخ محمد قصوری سے اخذ کرنے کا ذکر
کیا ہے۔ ۔ ایں نوشتہ مولانا قصوری ۔ مملوکہ محمد اقبال مجددی

میں حاضر ہونے اور نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی طرف تھا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں:۔ حضرت مولانا قصوری کے اعزہ بانس بریلی میں رہتے تھے۔ آپ ان سے ملنے کے لیے گئے تو واپسی پر حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے بڑی مہربانی و شفقت فرمائی۔ اور کنایۃً آپ کو نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی ترغیب دلائی۔ چونکہ اس وقت آپ کے مرشد اور چچا بقید حیات تھے اس لیے آپ اس وقت ادب کی وجہ سے قصور چلے گئے[۱] لیکن پھر چچا کی وفات کے بعد حدود[۲] ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔ اور اس دوران آپ مسلسل گیارہ ماہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ مولوی امام الدین کا بیان ہے۔

"چوں بار اوّل در خدمت شاہ صاحب قبلہ یازدہ ماہ در خدمت بابرکت ماندند"[۳]

مرشد و مرید[۴]:۔ حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری پر خاص توجہ مبذول فرمائی تھی۔ دونوں بزرگوں کے مخلصانہ روابط کا اندازہ کرنے کے لیے خود ان کی تحریرات کے اقتباسات دیئے جا رہے ہیں۔

جب مولانا قصوری بیعت کے لیے حاضر خدمت ہوئے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقہ کرے گا۔

"روزی احقر بارادہ بیعت بحضرت ایشان در طریقہ قادریہ عالی شان حاضر محفل منیف گردیدر دبحضار آوردہ فرمودند کہ امروز امری عظیم ظہور میکند کہ فاضلی از ما اخذ طریقہ

---

[۱] محمد حسن: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۸۱۔ [۲] جیسا کہ کتاب حاضر کے تجزیہ میں بیان کیا جائیگا۔ آپ دہلی میں مختلف سنین میں مقیم تھے۔ اوّل براہ واپسی بانس بریلی۔ دوم، بعد وفات عم بزرگوار خود بغرض حصول فیض و بیعت اور ملفوظات ہذا کے اندرونی شواہد سے آپ کے قیام دہلی اور اخذ نسبت کا سنہ ۱۲۳۳ھ متعین ہوتا ہے آپ سنے ۱۲۳۷ھ میں دہلی میں پھر ورود فرمایا (ملاحظہ ہو تجزیہ کتاب حاضر)۔

[۳] امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۔ [۴] یہ عنوان مکاتیب عبدالرحمٰن اسفرائنی با شیخ علاء الدولہ سمنانی کے مجموعہ مرشد و مرید مطبوعہ تہران ۱۹۷۲ء سے مستعار لیا ہے۔

می نمایند"۔[1]

پھر شاہ صاحب نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ہوا میں معلق کیے اور فرمایا کہ جو فیض حضرت غوث الاعظم کو آبا اور طریقۃً ملا ہے وہ تمہیں بھی نصیب ہو گا۔

مولانا قصوری کے اس قیام دہلی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء کے دوران محفل مبارک میں ان کے مخلص دوست خواجہ نجیب الدین خان قصوری[2] بھی آئے تو فی الفور حضرت شاہ صاحب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور کامل بشاشت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کہاں کا پیر بنائیں؟ خواجہ نجیب الدین نے عرض کیا "پیر قصور" یہ سُن کر شاہ صاحب کو جلال آ گیا فرمایا کہ تم بہت کم ہمت ہو ہم تو انہیں سارے پنجاب کا پیر بنانا چاہتے ہیں۔[3]

۲۷ر شعبان روز چہار شنبہ وقتِ چاشت حضرت شاہ صاحب نے انہیں اجازت القا و حلقہ سے نوازا اور حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی اور مولوی محمد عظیم کو بطور گواہ طلب فرمایا کہ دیکھ لو کہ یہ لائق اجازت ہیں؟ شاہ رؤف احمد نے فرمایا کہ بے شک قابلِ اجازت ہیں۔ مولوی محمد عظیم نے کہا کہ آپ کا فرما دینا کافی ہے گواہی کی کیا حاجت؟ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری کو قریب بلایا اور چھ طریقوں قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ اور کبرویہ کے القا کی اجازت دی اور کلاہ شریف جو کہ آپ کے پیرانِ کرام کی طرف سے تھا خود اپنے دستِ مبارک سے مولانا کے سر پر رکھا پھر دیر تک اپنا ہاتھ آپ کے سر پر بطور شفقت رکھا۔ فرمایا کہ ہر چھ طریقوں کا فیض ہم جدا جدا تمہارے سینہ میں القا کریں گے اس پر مولانا قصوری نے اپنا سر حضرت شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور دیر تک اسی حالت میں رہے۔

پھر ۲۷ر رمضان کو خرقہ خلافت بخشا اور یہ مبارک خرقہ خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا۔ شاہ رؤف احمد اور مولوی محمد عظیم نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔[4] نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ صاحب مسجد میں گئے وہاں مولانا قصوری بھی حاضر تھے نماز سے فراغت کے بعد انبوہِ کثیر آپ کی قدم بوسی کے لیے امڈ پڑا۔ عین ازدہام میں فرمایا کہ مولوی قصوری کہاں ہیں؟ مولانا حاضرِ خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے

---

[1] کتاب حاضر۔ [2] خواجہ نجیب الدین خان قصوری کے علاوہ کتاب حاضر کی مجالس میں پیر ابراہیم چشتی قصوری بھی حاضر بتائے گئے ہیں جس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مولانا غلام محی الدین نے دہلی کا یہ سفر ان دونوں قصوری دوستوں کی ہمراہی میں کیا تھا۔ [3] کتاب حاضر۔ [4] ایضاً۔

اور اپنے سینۂ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔

"بدل مبارک چسپانید ند و متوجہ قویہ القای حرارت در دل غلام نمودند"[1]

اس وقت دہلی کا مفتی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو شاہ صاحب نے پھر مولانا کو طلب فرمایا تو مفتی صاحب سے کہا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے اور فقط تین ماہ مجھ سے کسب نسبت کی ہے اور اتنی قلیل مدت میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تم چھ سال میں بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

ایک مرتبہ حضرت قصوری سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب مولویت چھوڑ دیں اور آہ پیدا کریں۔

روزی خطاب باحقر نمودہ فرمودند کہ مولوی صاحب مولویت را بگذارید و آہ بیاموزید

از برکت فرمودند حضرت ایشان روز دوم نور ماہ آہ در دل سیاہ تافت[2]

پھر حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے فرمایا:۔

"بعد ازاں سپرد حضرت میرزا صاحب و قبلہ نمودند و فرمودند کہ ایں شخص در خانۂ شما آمدہ است ہرچہ تمام عنایت در حق او فرمایند بعد ازاں بدست مبارک خود برخاستند و اندرون تشریف بردند۔"[3]

ارشاد نامہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی

برائے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

بعد حمد و صلوٰۃ فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی اللہ عنہ گذارش می نماید کہ جامع کمالات و فضائل ظاہر و باطن حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ طریقہ ازیں فقیر گرفتہ بذکر و مراقبات واشغال این طریقۂ شریفہ مواظبت نمودند، الحمد للہ کہ بہ عنایت الٰہی بہ یمن متوسل پیران کرام رحمہم اللہ تعالیٰ در لطیفہ قلب و دیگر لطائف عالم امر ایشان توجہ و حضور و جمعیت و جذبات و واردات و انوار حاصل شد و استغراق و بے خودی کہ مقدمۂ۔ (۶۷ ب) فنا است و فنا را بقا لازم دست داد باز توجہات بلطیفہ نفس ایشان کردہ شد در آن جا نیز استہلاک و اضمحلال در نسبت پیدا

---

[1] کتاب حاضر۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

کردند امید کہ فنا انا د زوال عین و اثر مرحمت کردد۔ باز بہ عنایت الٰہی سبحانہٗ بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ علیہم از نسبتہائے خاصا حضرت مجددؒ شدند سبحان اللہ یعطی لمن یشاء وہوالوہاب بدست ایشان دست من است ومقبول ایشان مقبول من جعل اللہ سبحانہٗ للمتقین اماماً اخلصہ لنفسہٖ سبحانہٗ و لحبیبہٖ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتلقین طریقہ فرمانید۔ بہ توجہ وہمت التعالی انوار نسبت در قلوب طالبان نمایند پس وصیت می کنم ایشان را بدوام ذکر وخلوت وانزوا و یاس از خلقت وامید از خدا وصبر وقناعت وتسلیم و رضا و در مشکلات بواسطہ پیران کبار التجا بہ جناب کبریا وپرداخت نسبت باطن وعدم چوں (د) چرا در قضا و دیدن واقعات (۶۸-ا) ناشی از فضل الٰہی سبحانہٗ یا از تقدیر خدا عم نوالہٗ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیاتی ومماتی للہ رب العالمین وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اسئل اللہ سبحانہٗ الاستقامۃ علیٰ ہذہ الطریقۃ الشریفہ لی ولہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ برایں نوشتہ استقامت واستدامت ایشان را واین فقیر را کرامت فرمائید۔ آمین۔

مقصود ازین التزام اذکار واشغال طریقہ برائے خدا بودن است۔ اللّٰھم اجعل حیاتی وحیاتہ کلہما لک ولا تکلنا الیٰ انفسنا طرفۃ عین واجعل حبک احب الینا من الماء البارد والی العطشان آمین برحمتک یا رحیم یا رحمٰن یا ارحم الرحمین عم نوالک۔

تمت تمام شد۔ من المرقوم غلام حسن

غلام علی
۱۱۵۱ھ (نقل مہر حضرت شاہ غلام علی دہلوی) ورق ۶۷-اُ[۱] تا ۶۸-ا)

اس اجازت نامہ پر ثبت مہر حضرت شاہ غلام علی میں ۱۱۵۱ھ ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حضرت غلام محی الدین قصوری ۱۱۵۱ھ میں حصول نسبت کے لیے دہلی حاضر ہوئے تھے بلکہ یہ تو مہر کے بنے کا سنہ ہے۔ حضرت قصوری کے سنین ورودِ دہلی پر بحث کی جاچکی ہے۔

---

[۱] یہ اجازت نامہ بیاض مولانا غلام حسن مرید مولانا غلام نبی للہی۔ ذخیرہ شیرانی دانش گاہ پنجاب لاہور۔ نمبر ۵۲/۸۵،۳ سے منقول ہے۔

حضرت شاہ صاحب اور مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہما کے روابط روحانی کا اندازہ مولانا قصوری کے ان دو[۲] مکاتیب سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے شاہ صاحب کی خدمت میں ارسال کیے تھے یہ دونوں خطوط اب تک غیر مطبوعہ ہیں اور مولانا کے مجموعہ مکاتیب طیبہ میں موجود ہیں ملاحظہ ہو :۔

مکتوب اوّل :۔

بجناب تربیت مآب قبلۃ المریدین وکعبۃ المسترشدین غوث المساکین وقطب السمٰوٰۃ والارضین حضرت شیخی و امامی ومرشدی ومرشد الاناسی دامۃ الحیات والافاضات مرید طالب مزید مُدبِر روسیاہ و مقصر سراسر گناہ دامن گرفتہ بالیقین بندہ غلام محی الدین عفی عنہ عنوان سرنامہ عریضہ را بحلیۂ لباس استدعائے عفو تقصیرات مطرز ساختہ میرساند چوں اخذ فیض از باطن شیخ کامل منوط بارادت تامہ است الحمد للہ کہ باوصف امتداد مفارقت صوری فتوری در منقاربت معنوی راہ نیافتہ مع ہذا بطرف این قرب باطن قانع نشدہ دائما طامع حضور ظاہر ہستم کہ مبادا باین اعتذار اویس دار از اوج صحابیت بحضیض تابعیت فرو افتد امیدوار از فضل حضرت باری آن ست کہ قبل از ملول منیہ بحصول این امنیہ مشرف خواہد ساخت ۔ ع

با کریمان کارہا دشوار نیست

دچوں بحقیقت کار نگریدہ شود معلوم میگردد کہ کارہا ہمہ موقوف بر اعتقاد ست ؎

ماکہ باشم اے تو مارا جانِ جان ناکہ ما باشیم با تو درمیان

ہر طور غور این اہل جور بعد الکور لازم ہمت سامی گرامی است ؎

پسردم بہ تو مایۂ خویش را تو دانی حساب وکم وبیش را

الٰہی ظل سعید بر مفارق ہر قریب وبعید مدید باد ۔

مکتوب دوم :۔

بموقف عرض فیض معرض ارشاد پناہی قبلہ گاہی مربی کامل معلم مکمل پیشوائے راغبان عقبیٰ و راہ نما طالبانِ مولا امام محراب اصابۃ واصطفا ہمام قباب انابۃ واجتبا کعبہ محرمان ارادۃ قبلہ محرمان سعادت ذو الکرامات السنیۃ والمقامات العلویۃ قطب المدار غوث الابرار مرشدنا ومولٰنا وہادینا واولینا سلمہ اللہ تعالیٰ والبقاہ مادامت الثریا والثری غلام مستہام مغروق مکسور صحیح المثال مختل الاحوال لفیف الغموم مہموز الہموم ناقص الفرح مضاعف الترح مقرون الانین مسکین غلام محی الدین بعد از تقدیم مراسم سجود و رکوع بصد

خشوع وخضوع میرساند بشرف اصغا ملتفی باد مجاری امور متوجه آن مرشد جمهور بخیر وشر درو اشتغال تنور اشتیاق حضور انا فانا در فور و فور فرمان معطر العنوان محتوی بر اجازت هر چهار طریقه غریقه در بحر انوار و تاکید تعمیر اوقات باذکار و مراقبات و تدریس علوم ظاهریه در اغلب امانت دریں که نادانند که در بودن شما دراں ملک باعث هدایت خلق الله باشد در آمدن از انجا تعجیل نمائند و مفصلاً بعرض رسانیدن همگی سوانحه وارده از حال مفارقت تا زمان مکاتبت عز ظهور و شرف صدور آورده این غرقاب گرداب کربت و غربت را بساحل بسیرت و نصرت رسانید ؎

دراں دیدن چناں بے خویشش دیدم — که بر دل خواستم بر دیده سودم

زهی سعادت غلامی که خواجه اش بنامه و پیامی بیاد آرد و زهی بخت مسترشدی که مرشدش بتذکار کاش برارد ؎

من آں خاکم که ابر نو بهاری — کند از فضل بر من قطره باری

ولی چون شه مرا بر درشتِ از خاک — سزد گسر بگذرانم سر بر افلاک

قبله من طبق ارشاد فیض بنیاد بسا طالبان را داخل طریقه عالیه قادریه نموده شد و در اوقات معینه حلقه ساخته فرموده توجه بطریقی که ارشاد فرموده اند بالیشان نموده می شود و ارادت عجیبه و حالات غریبه ظهور میکند و درین ضمن نسبت قدری تیز رُو باز دیاد است رجا صادق که اگر یک چند دریں جا اقامت پذیر شدم به عنایت الواهب الولائیه جم غفیر و جمع کثیر از تیه ظلمانی بدعت و ضلالت بمنزل نورانی سنت و هدایت فائز خواهد شد و در تدریس علم تفسیر و حدیث و فقه و تصوف همه جهد بلیغ مبذول می گردد تشریح سوانح وارده انکه از وقتیکه بندهٔ درگاه داخل این مکان شده اکثر مردم چه آشنا و چه غیر و چه علماء و چه غیر فراوان اخلاص این طالب مناص بهم رسانیده اند و بحسب ظن و خویش مستفید میگردند سیما استقامت نشان سعادة عنوان طالب رضا رحمن محمد سکندر خان که در علین علائق از مجردان طریقت و در علین مجاز از طالبان حقیقت است و از نظر همت او عدم و وجود مساوی الحال و در ایثار نفس و مال هم مثال درس حضرت مثنوی مولوی معنوی از بنده میکند و از حقائق دقائق آن استفسار می نماید مستشفی میگردد. روزی مشار الیه بتاریخ بیست و سوم ماه جمادی الاول ذکر احقر بمسامع رئیس المکان رسانیده مشتاق ملاقات گردانیده رئیس الوقت چون اغماض رعونت حطام دنیا پر دید در سر دارد و در صدد آن است که قدری خود (در) دربار او رفته تحصیل ملازمت ۲ دو ۳ سه کرت

نقیب خود معہ مرکوب برائے طلب بندہ فرستادہ غلام از انجاکہ تربیت یافتہ الطاف آن عارف الٰہی و عکس پذیر مرأت اخلاق آن صیقل پناہی است از اجابت دعوات اوانی مطلق داز حضور در مجلس اہل عناد و عزور مستنکف تمام ومی خواہد کہ در شہادت و غیبت مرتکب امری شود کہ منجر بہ مخالفت آن مقدار کردد بحکم الانسان حریص مما منع رغبت رئیس بملاقات ایں تارک الجلیس ساعت بہ ساعت مترقی و متزائد، امید کہ او خود بجبت ملاقی بمکان نیازمند خواہند آمد ہر چہ ثمرہ بر آن مرتب خواہد شد عرض حضور پُرنور داشتہ آید فتوحات و نذور شامان ارسال حضور بہم رسیدہ انشاء اللہ متعاقب صحائب کدام راجل یاراکب سفتجہ نمودہ مرسل شدہ فیض عُدّہ ختتا آید بیشتر توجہ آن مقناطیس القلوب مطلوب الٰہی ظل الفیاض قریب و بعید بسیط و مدید باد بالنبیؐ وآلہ الامجاد در خدمت تمام برادران نسبی و دینی تحیات معروض داز جمیع اخوان الطریق حدیث و عتیق بندگیات غلامانہ مستجاب باد۔ زیادہ آداب[1]۔

حضرت شاہ غلام علی نے مولانا قصوری کے بارے میں فرمایا تھا کہ حضرت غوث الاعظم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ پنجم لکھا ہے ہم مولانا قصوری کو اپنا خلیفہ پنجم قرار دیتے ہیں :۔

"حضرت الیشان (شاہ غلام علی) میفرمودند کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ را خلیفہ پنجم نوشتہ اند ما غلام محی الدین را خلیفہ پنجم خود گردانیدیم"[2]

حضرت شاہ عبدالعزیز سے تلمذ :۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ متعدد بار دہلی گئے تھے۔ ہمارا قیاس ہے کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے دامن ارادت سے وابستہ ہونے کے دوران ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کی سند لی۔ ان اسناد میں سے :۔

۱۔ سند مشکوٰۃ شریف نقل

۲۔ سند مسلم شریف نقل

---

[1] مکاتیب طیبہ (مجموعہ مکتوبات مولانا غلام محی الدین قصوری) جامع صاحب مکتوبات خود مولانا قصوری قلمی مکتوبہ ۱۲۹۳ھ بخط فضل حسین۔

[2] محمد مظہر شاہ : مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ۔ ۵۷

۳۔ سند بخاری شریف۔ یہ سند شریف خود حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جس پر حضرت شاہ عبدالعزیز کی مُہر ثبت ہے۔ جس کا سجع اس طرح ہے۔

هو العزیز ولی الرحیم ۱۱۸۹ھ

یہ مُہر پرانی ہے۔ اس زمانہ میں ہر سال مہریں نہیں بنتی تھیں۔ یہاں اس مبارک سند کا عکس (بطور دستاویز) دیا جا رہا ہے۔

۴۔ چوتھی سند حصن حصین کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

یقول الفقیر المسکین غلام محی الدین الحنفی القریشی الصدیقی ساکن القصور رزق اللہ تعالیٰ دوام الحضور اجازنی مشافہۃ بقراءۃ الحصن الحصین من کلام سید المرسلین شیخنا ومولانا حضرت شاہ عبدالعزیز المحدث الاوحیدی الدھلوی الاحمدی قال اجازنا بہ شیخنا والدنا الشیخ ولی اللہ قال اجازنا بہ وبسائر تصانیفہ الشیخ ابوطاہر عن ابیہ عن القشاشی عن الشمس الرملی عن الزین زکریا عن الحافظ تقی الدین محمد بن فہد الہاشمی المکی عن مولفہ ابی الخیر محمد بن محمد بن الجزری الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وعلینا معھم یا رب العالمین آمین آمین آمین۔

یہ چاروں اسناد مشکوٰۃ شریف کے ایک خاص خطی نسخہ کے شروع میں مجلد ہیں۔ یہ نسخہ حضرت قصوری کے مطالعہ میں رہتا تھا۔[1] نیز بخاری شریف کی سند مولانا غلام دستگیر قصوری نے بھی نقل کی ہے۔ اس سند کے الفاظ بالکل اسی عکسی سند بخاری کے ہیں اور مُہر کی سجع بھی بالکل یہی ہے (ملاحظہ ہو ابحاث فرید کوٹ مولفہ مولانا غلام دستگیر قصوری مطبوعہ ص ۳۷) ان اسناد کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز نے آپ کو ایک کلاہ اجازت بھی عنایت کی تھی جس کے بارے میں مولانا غلام دستگیر نے لکھا ہے کہ اس وقت میرے پاس ہے۔ ایضاً ص ۳۸۔

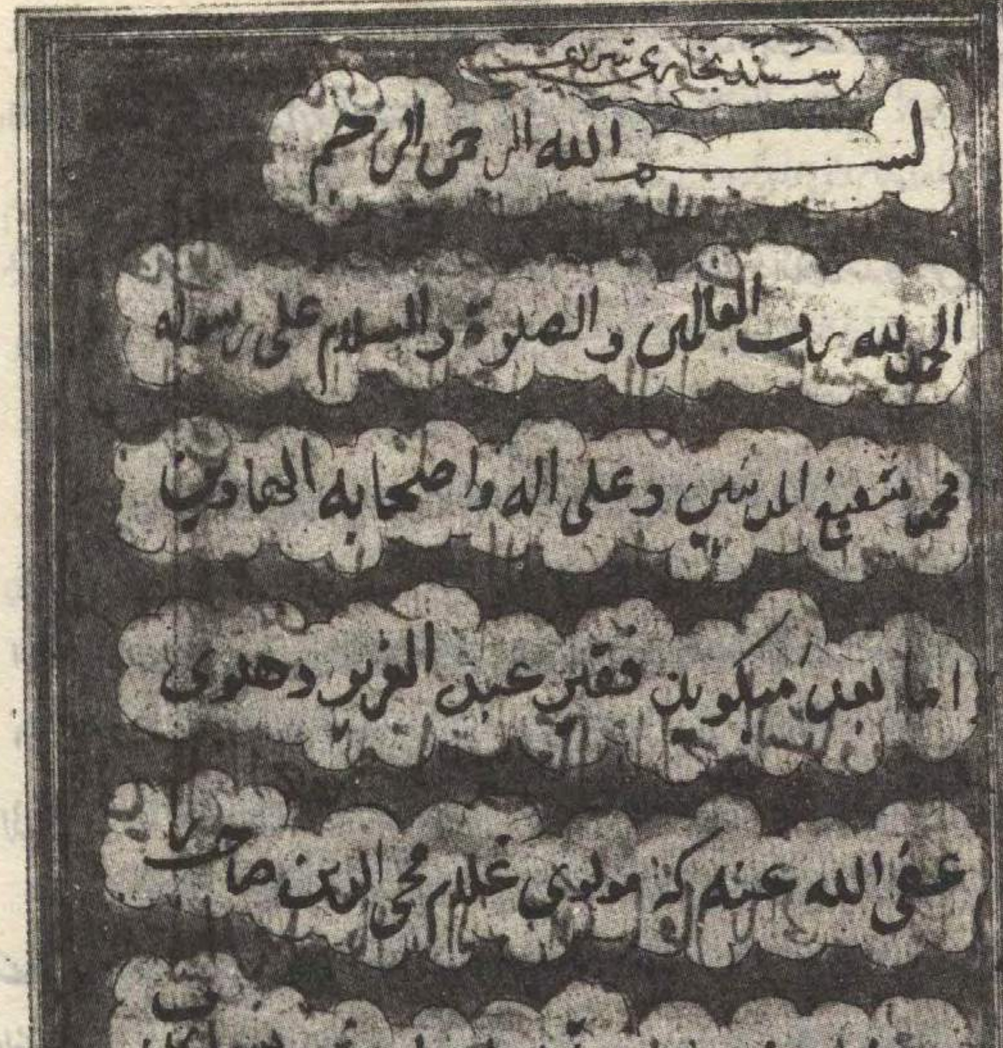
قیام دہلی:۔

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کے تین مرتبہ دہلی حاضر ہونے کے اسناد و سنین معلوم ہیں۔

اوّل۔ قبل از وفات عم بزرگ و مرشد اول حضرت محمد قصوری۔ اس وقت آپ اپنے اعزہ سے ملنے بانس بریلی گئے تو حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن بیعت نہیں ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۸ء سے پہلے کا ہے۔

---

[1] یہ متبرک خطی نسخہ اس وقت حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب۔ قصور۔ کے پاس ہے۔ جو حضرت صاحبزادہ حافظ عبدالرسول قصوری کی دختری اولاد میں سے ہیں۔



سند بخاری شریف

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسوله

محمد شفیع المذنبین وعلی آله واصحابه الهادین

اما بعد میگوید فقیر عبدالعزیز دهلوی

عفی الله عنه که مولوی غلام محی الدین صاحب را

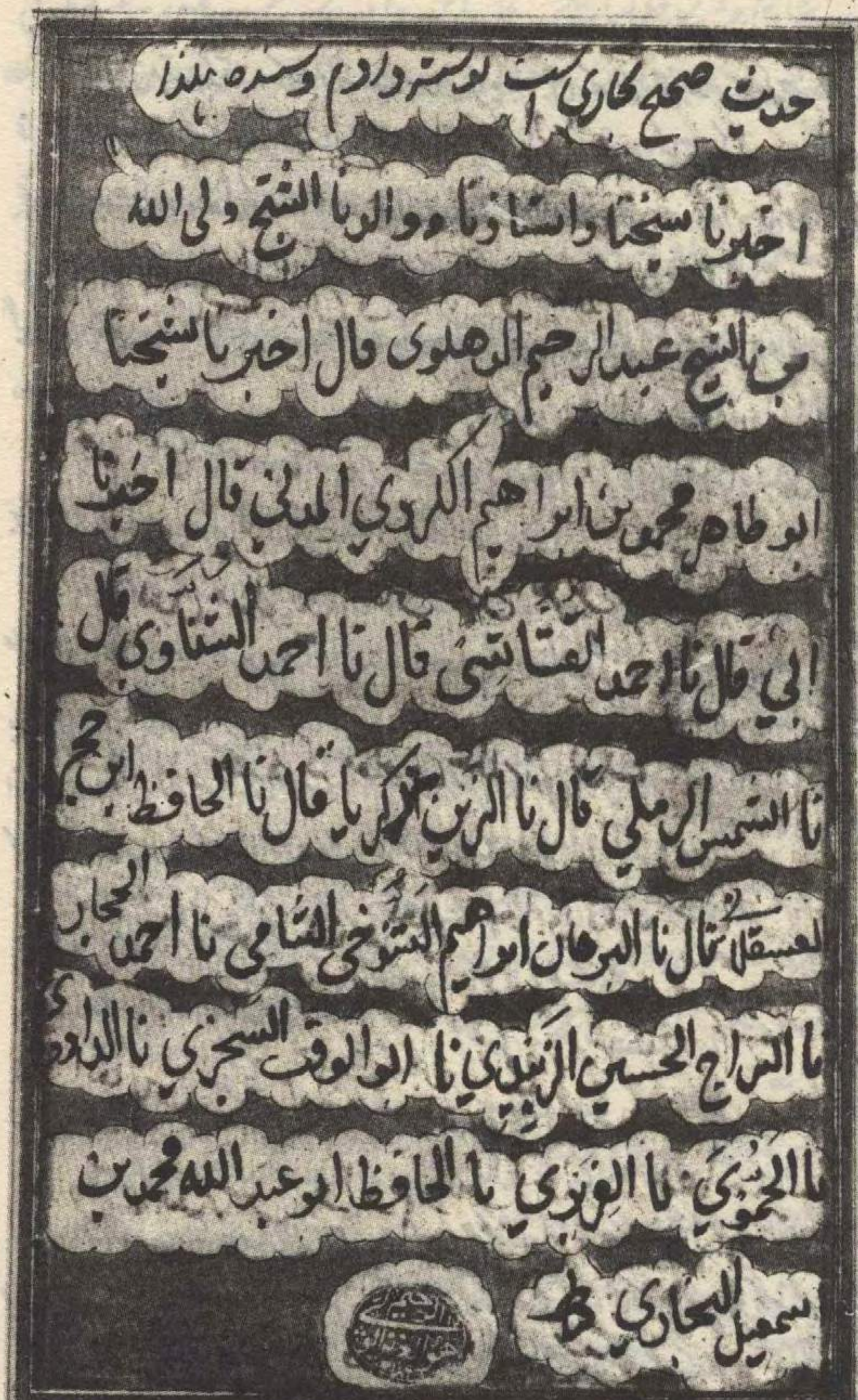
اجازت دادم خواندن و تعلیم احادیث رسول رب

العالمین بشرط مراعات الطریق المشروع [illegible] کتب حدیث

[illegible] والقوم [illegible] اجازت [illegible]

کلام مجید دادم وسند کتاب حدیث که اصح الکتب است

سند بخاری شریف بخط حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی بتحقیق محمد اقبال مجددی ۱۳۹۳



حدیث صحیح بخاری نوشته دادم وسنده هکذا

اخبرنا شیخنا واستاذنا ووالدنا الشیخ ولی الله

بن الشیخ عبد الرحیم الدهلوی قال اخبرنا شیخنا

ابو طاهر محمد بن ابراهیم الکردی المدنی قال اخبرنا

ابی قال نا احمد القشاشی قال نا احمد الشناوی قال

نا الشمس الرملی قال نا الزین زکریا قال نا الحافظ ابن حجر

العسقلانی قال نا البرهان ابراهیم التنوخی الشامی نا احمد الحجار

نا السراج الحسین الزبیدی نا ابو الوقت السجزی نا الداودی

نا الحموی نا الفربری نا الحافظ ابو عبد الله محمد بن

اسمعیل البخاری ـه

سند بخاری شریف بخط حضرت شاه عبد العزیز محدث دهلوی — تحقیق محمد اقبال مجددی ۱۳۹۲ھ

دوسری مرتبہ جبکہ آپ کے عم بزرگ نے وصال فرمایا تو اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما سے ظاہری و باطنی استفادہ کیا جیسا کہ کتاب حاضر کے تجزیہ میں بحث کی جائے گی کہ مولانا کا ورود دہلی و بیعت حضرت شاہ غلام علی ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۸ء کا واقعہ ہے۔

مولوی امام الدین نے اسی حاضری دوم کو سہواً حاضری اول لکھ دیا ہے اور اس کی مدت قیام گیارہ ماہ بتائی ہے[۱] حالانکہ کتاب حاضر سے آپ کے خانقاہ شاہ غلام علی میں تین چار ماہ قیام کی مدت مذکور ہے۔

پھر تیسری مرتبہ آپ نے ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء میں اپنے دہلی میں قیام کا ذکر اپنی ایک یادداشت میں کیا ہے جو کہ تحفۂ اثنائے عشریہ کے آخر میں تحریر ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

الحمد للہ والمنہ کہ بتاریخ دہم ماہ جمادی الاول در سنہ دوازدہ صد و سی و ہفتم از ہجرت مقدسہ محمدیہ علیہ و آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ السرمدیہ در دارالارشاد شاہ جہان آباد مقابلہ و تصحیح این کتاب فصیح (تحفۂ اثنای عشریہ) باختتام رسید و در بعض مواضع عبارات عربیہ شکی باقی ماندہ انشاء اللہ تعالیٰ بالشرط بہم رسیدن کدام نسخ صحیح ازالہ آن نمودہ آید و منم بندہ مسکین طالب دوام حضور فقیر غلام محی الدین متوطن بلدۂ قصور رزقنی اللہ تعالیٰ کمال مرتبہ الاحسان بحرمۃ سید البشر والجان علیہ الاف التحیۃ والسلام من الملک العلام۔

مخطوطہ کے آخر میں یہ قطعۂ تاریخ اتمام خود حضرت مولانا قصوری کی تصنیف سے ہے۔

تاریخ اتمام تصنیف این کتاب شریف

تحفہ رابکفنہ مدان کہ درو   سوی ہر معرفت صراغ آمد
سوی لفظ و معانیش بنگر   ہست دریا کہ ایاغ آمد
بس کہ نور ہدایت است درو   سال تاریخ او چراغ آمد

اس قطعہ سے ۱۲۰۴ھ (چراغ) برآمد ہوتا ہے جو تحفۂ اثنا عشریہ کا سال تکمیل ہے۔ تحفۂ اثنا عشریہ کا سال تالیف ۱۲۰۰ھ کتاب کے خاتمہ میں درج ہے۔ یقیناً حضرت شاہ عبدالعزیز اس کی تکمیل میں مصروف رہے ہوں گے اور ۱۲۰۴ھ میں اسے مکمل کیا۔ چونکہ یہ قطعہ اتمام تصنیف، مصنف کے ایک تلمیذ کی تصنیف ہے اس لیے اسے لائق اعتنا سمجھنا چاہیے۔

---

[۱] امام الدین: مقامات طیبین قلمی ص۱۰۱۔

تحفۂ اثنا عشریہ کا یہ خطی نسخہ سید نجیب علی نے کتابت کیا اور اس کے ۴۳۶ صفحات ہیں سطور فی ورق ۲۵ ہیں یہ نسخہ کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد (ذخیرہ مولانا قصوری) میں محفوظ ہے۔

سلسلۂ ارشاد:- مولانا قصوری، حضرت شاہ غلام علی کی وفات ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کے بعد تیس سال تک مسندِ ارشاد پر متمکن رہے۔ طالبانِ حق کو توجہ دینا، درس و تدریس اور اولاد امجاد کی تعلیم و تربیت میں عمر عزیز صرف کی۔ چنانچہ آپ کے خلفاء میں سے جن حضرات کی خانقاہیں اب تک معروف ہیں ان میں سے :-

۱۔ للّہ شریف ضلع جہلم پنجاب۔

۲۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان

۳۔ بھیرہ۔

۴۔ نمک میانی۔

اور مولوی امام الدین کی روایت کے مطابق نہ صرف ہندوستان بلکہ بلخ تک آپ کے خلفاء، صاحبِ ارشاد تھے [۱]

اپنے مخلصوں کی پاس خاطر کے لیے سال میں ایک دو مرتبہ سفر ضرور فرماتے تھے چنانچہ پاک پٹن، لاہور، بھیرہ، نمک میانی، شاہ پور، چوہڑکانہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ڈیرہ غازی خان وغیرہ عموماً جایا کرتے تھے۔ رمضان شریف کا پورا مہینہ موضع مٹھ ٹوانہ میں گذارتے تھے۔ لاہور میں آپ کا قیام مزنگ میں ہوتا تھا [۲]

ایسی گفتگو جسے شطحیات صوفیہ کہا جاتا ہے، مکمل اجتناب کرتے تھے۔ شرع شریف سے سر مو تجاوز نہیں کرتے تھے۔

وفات:- روز پنجشنبہ ۱۲ ذی قعدہ بوقت عین زوال بحالت مراقبہ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں مولانا قصوری نے وصال فرمایا۔ عمر تقریباً انہتر (۶۹) برس تھی بہت سے اصحاب کبار نے قطعات تاریخ وفات لکھے جو سلسلۃ الاولیاء، مجمع التواریخ اور مقامات طیبین میں درج ہیں۔

اولاد امجاد:۔ آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ حافظ عبد الرسول رحمۃ اللہ علیہ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔[1] حضرت صاحبزادہ عبد الرسول ۱۲۳۵ھ میں تولد ہوئے[2]۔[3] حضرت قصوری نے ان کی ولادت سے ایک سال پہلے ہی اپنی تصنیف تحفۂ رسولیہ میں اپنے ہاں فرزند کی بشارت اور فرزند دلبند کو نصائح تحریر کیے ہیں[4]۔ نیز اس صاحبزادہ کی جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے صاحبزادہ صاحب واقعی ان تمام صفات کے حامل تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے ہی کی اور اس کے علاوہ علمائے زمانہ سے بھی اکتساب کیا اور والد کی زندگی ہی میں درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا سلسلہ شروع کر دیا[5]۔

حضرت عبد الرسول فسادِ زمانہ کے سبب تصنیف و تالیف نہیں کر سکے۔ حافظ سید محمد صاحب نے لکھا ہے:۔

"از تصانیفِ کتب بہ سبب فسادِ زمانہ اکثر مجتنب می بودند ... چند خطبہ جات جمعہ و عید از تصانیف آنجناب مشہور [illegible] علماء زمانہ اند"[6]

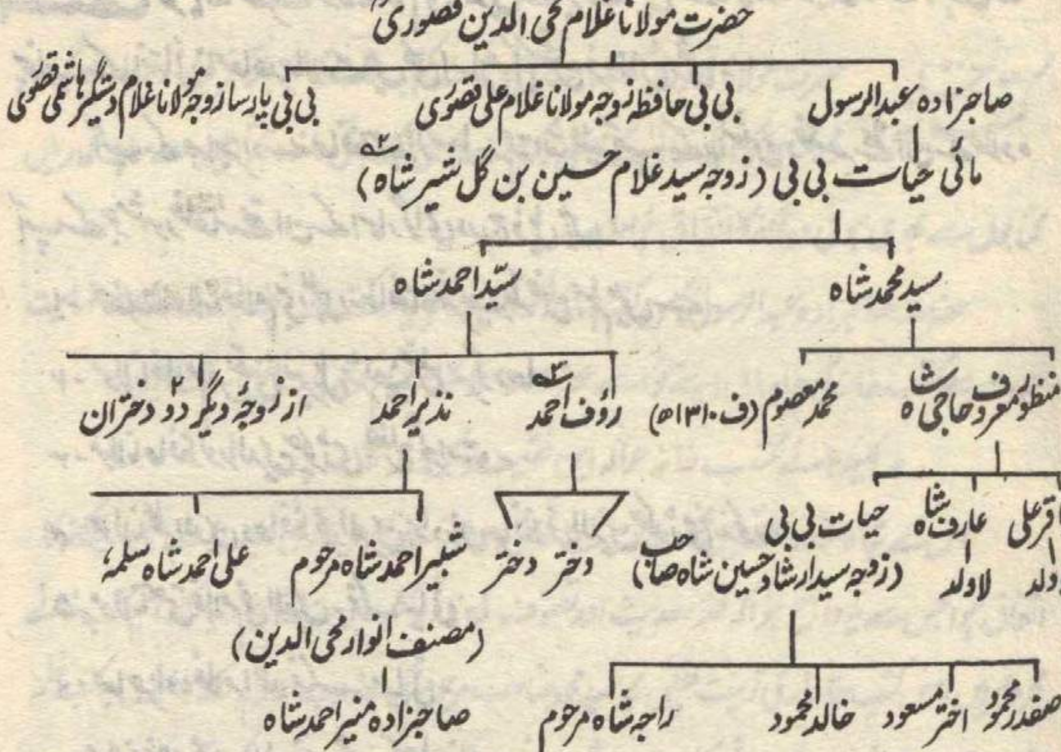
راقم حافظ عبد الرسول قصوری کے مکاتیب کا ایک مجموعہ مرتب کر رہا ہے۔

صاحبزادہ حضرت حافظ عبد الرسول قصوری نے بعمر انسٹھ (۵۹) سال ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء بروز سہ شنبہ ۱۲ محرم وفات پائی[1] اور قصور ہی میں اپنے والد بزرگ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب کی نرینہ اولاد نہیں تھی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے:۔

---

[1] امام الدین:۔ مقامات طیبین ص ۱۲۔ [2] ایضاً ص ۱۵۔ [3] غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ قلمی ورق ۱۴ ب مملوکہ محمد اقبال مجددی۔
[4] غلام محی الدین قصوری مولانا:۔ تحفۂ رسولیہ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ ص ۵۷ - ۶۲۔ [5] سید محمد حافظ: بستانِ معرفت لاہور ۱۳۰۳ھ ص ۳۔ [6] ایضاً ص ۳ - ۴۔

[1] سید محمد حافظ: بستانِ معرفت۔ ۱۵ - ۱۶، امام الدین مقاماتِ طیبین قلمی ص ۲۶۔



اس وقت حضرت صاحبزادہ حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کی دختری اولاد، حضرت مولانا غلام محی الدین کے مزارِ مبارک پر واقع قصور پر سجادہ نشین ہے۔ جناب حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب اور جناب علی احمد شاہ صاحب اپنے اپنے طور پر بزرگوں کے عرس کرتے ہیں۔

۵؎ سید غلام حسین کے

اور دو بیٹے کرم حیدر شاہ اور حسن شاہ آپ کی دوسری بیوی کرم بی بی کے بطن سے بھی تھے۔

۶؎ صاحبزادہ رؤف احمد شاہ کا عقد ۱۳۳۳ھ میں صاحبزادی محترمہ صدیقی (ف ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) بنت حضرت شاہ ابوالخیر مجددی سے ہوا۔ تعلقات خراب رہے صاحبزادی صاحبہ میکے ہی رہیں۔ ان سے دو صاحبزادیاں محمدی اور امۃ الرحمٰن تولد ہوئیں (زید ابوالحسن فاروقی:- مقاماتِ خیر۔ دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۱۲-۱۳)۔

خلفاء:- حضرت مولانا غلام محی الدین کے بڑے جلیل القدر تلامذہ و خلفا تھے جنہوں نے پنجاب کے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اسلام کی شمع فروزاں رکھی۔

آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین و خلیفہ تھے ان کے علاوہ آپ کے جو مشہور خلفاء تھے ان کے اسمار گرامی درج ذیل ہیں:-

۱۔ حضرت مولانا غلام نبی للہی۔ خانقاہ شریف للہ ضلع جہلم میں ہے۔

۲۔ مولانا غلام مرتضیٰ بیربل شریف ضلع سرگودھا۔

۳۔ مولانا حافظ نورالدین چکوڑی۔ ضلع گجرات۔

۴۔ مولانا علم الدین و حافظ محمد الدین برادران حافظ نورالدین چکوڑی مذکور۔

۵۔ مولانا مفتی غلام محی الدین۔ نمک میانی۔

۶۔ صاحبزادہ غلام احمد نمک میانی۔

۷۔ مولانا غلام محمد۔ مرالی نزد ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

۸۔ مولانا بدر الدین اوچ لدھے کی نزد دلیانی (مضافات لاہور)

۹۔ مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی خواہرزادہ، داماد، شاگرد و خلیفہ۔

۱۰۔ مولانا محمد اشرف بھیروی[1] شاگرد و خلیفہ (حضرت شاہ غلام علی کے بھی صحبت یافتہ تھے (سلسلۃ الاولیاء۸۱)

۱۱۔ مولانا کرم الٰہی بھیروی۔

۱۲۔ مولانا عطاء اللہ قندھاری۔

۱۳۔ مولانا محمد صالح کنجاہی۔

۱۴۔ مولانا سلطان احمد کانگڑہ والے۔

حضرت مولانا قصوری کے خلفاء ان کے علاوہ بھی تھے ان تمام حضرات کے حالات اس مختصر مقدمہ میں قلمبند کرنا ممکن نہیں انشاء اللہ زیر ترتیب کتاب حیات مولانا قصوری میں تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

ان خلفاء میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام نبی للہی، مولانا حافظ غلام مرتضیٰ بیربلوی اور حافظ نورالدین چکوڑوی کے کارہائے دینی و روحانی بہت معروف ہیں۔

---

[1] مولانا محمد اشرف بھیروی نے ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا (غلام محی الدین کنجاہی، مجمع التواریخ قلمی ورق ۱۱ب۔

کتب خانہ:- حضرت مولانا قصوریؒ کا نہایت بیش قیمت کتب خانہ تھا۔ جو بالآخر تباہ و برباد ہو گیا۔ راقم احقر کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے باقی ماندہ آثار میں سے سات الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ اس کتب خانہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ روز وفات نہایت حسرت سے کتب خانہ کی چابیاں اپنے نواسے حضرت حافظ محمد مرحوم کو عنایت کیں۔ لکھتے ہیں :-

"کلید ہائے کتب خانہ حوالہ این فقیر کردند"[1]

اس کے تباہ شدہ حصے میں مخطوطات کے متفرق اوراق سے بھری ہوئی ایک بوری بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے یہ واضح ہوا کہ فقہ، حدیث اور تصوّف کی نادر کتب جن سے آج دنیا کے اہم کتب خانے محروم ہیں اس کتب خانے کی زینت تھیں پھر سید محمد صاحب مرحوم کی مجذوب اولاد کے ہاتھوں یہ کتب خانہ لٹنا اور تباہ ہونا شروع ہوا۔ راقم کے معاصر بزرگ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی ساکن قصور کی روایت ہے کہ ان میں سے ایک مجذوب الحال صاحبزادہ جس چوغہ والے بزرگ کو دیکھتے تھے اُسے بے دریغ کتابیں دے دیتے تھے۔ اسی دوران مولانا ہمدانی صاحب کو بھی کچھ مخطوطات انہوں نے بطور تحفہ دیئے جو اب تک ان کے پاس محفوظ ہیں۔

راقم کو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کا ایک رقعہ دستیاب ہوا ہے جس میں حافظ سید محمد صاحب مرحوم سے مخطوطات بطور استفادہ مستعار لینے کا ذکر ہے۔

آخر اس کا تباہ شدہ باقی حصہ حکیم ارشاد حسین شاہ صاحب مذکور کے قبضے میں ۱۹۵۰ء میں آیا جسے انہوں نے حفاظت سے رکھا اور راقم کی مسلسل جدوجہد سے حکیم صاحب قبلہ نے یہ سارا کتب خانہ ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء کو کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ اسلام آباد میں محفوظ کروا دیا ہے۔

تصانیف:- حضرت مولانا قصوری کثیر التصانیف عالم تھے لیکن نشیب و فراز زمانہ سے بہت سی کتابیں تلف ہو چکی ہیں۔ اب تک احقر کو آپ کی تصانیف میں سے صرف اٹھارہ رسائل اور مجموعہ ہائے مکاتیب کا علم ہوا ہے۔ جن کی مختصر فہرست یہ ہے :-

۱۔ شرح گلستانِ سعدی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء

---

[1] محمد قصوری حافظ سید : بستانِ معرفت۔ ص ۱۳۔

مخزونہ کتابخانۂ گنج بخش مرکزِ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان - اسلام آباد - قلمی بخطِ مصنف مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۲- رسالۂ علم میراث بسال رمضان ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء

قلمی بخطِ مصنف مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش - اسلام آباد -

۳- تحفۂ رسولیہ (خصائص، مناقب و معجزات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) بسال ۱۲۳۴ھ (فارسی نظم)، متعدد مرتبہ طبع ہوا۔ مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۸ھ کا مطبوعہ نسخہ راقم کے پیشِ نظر ہے[1] -

۴- زاد الحاج (مسائل حج و زیارت) پنجابی نظم -

اب تک اس کے یہ دو خطی نسخے راقم کی نظر سے گذرے ہیں -

(i) ذخیرۂ حافظ محمود خان شیرانی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب - لاہور ۶۶/۱ -

(ii) نسخہ کتب خانہ شخصی مولانا سیّد محمد طیب شاہ ہمدانی قصور - بخط مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم -

۵- رسالۂ نظامیہ - (در بحث وحدت الوجود) فارسی نظم - بفرمائش شیخ معاصر سید نظام الدین کھیم کرنی (ف ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) اس کے دو خطی نسخے میرے علم میں ہیں -

(۱) کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لاہور[3]

(۲) کتب خانہ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی قصور -

۶- سلالۃ المردرہ فی تجویز اسماء المشہورہ (در ردّ مولوی محمد خرم دہلوی) فارسی نثر -

اس رسالہ میں غلام محی الدین، عبدالرسول اور عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے کے جواز میں دلائل دیئے گئے ہیں اس کا خطی نسخہ بخطِ مولانا غلام نبی للہی کتاب خانہ گنج بخش - اسلام آباد میں محفوظ ہے - ذخیرہ مولانا قصوری -

۷- حلیۂ مبارک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم - قلمی ذخیرۂ شیرانی دانش گاہ پنجاب لاہور نمبر ۱/۶۲۸۰ -

۸- الفاظِ چند - قلمی ذخیرہ شیرانی نمبر ۳/۳۳۶۵ -

۹- دیوان حضوری قصوری - آپ کے نعتیہ اشعار اور مناقب بزرگان کا مجموعہ ہے - اس کے دو خطی نسخے

---

[1] مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے تحفۂ رسولیہ کے ۴۲ شعروں پر مشتمل حلیہ مبارک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو ترجمہ مراۃ الجمال کے نام سے ۱۹۰۵ء میں قصور سے شائع کیا - [2] مبارک علی شاہ : ذکر خیر (در حالات مولانا شاہ عبدالحق محدث قصوری) لاہور ۱۳۶۳ھ ص ۵-۶ - [3] محمد بشیر حسین ڈاکٹر : فہرست مخطوطاتِ شفیع - لاہور ۱۹۷۲ء ص ۲۹۵ -

والمرتدة فيهما لهم قبل اللحوق عند جميع اصحابنا رحمهم الله تعالى
وكسبهما بعده فيئ بالاجماع وكلاهما لا يرثان من احد
الا اذا ارتد اهل قرية والاسير مسلم واذا ارتد فرتد
وعند عدم العلم مفقود واذا لم يعلم تقديم موت احد
من جماعة جعل كانهم ماتوا معاً ومال كل لورثته
وهو المختار وعليه الفتوى والحمد لله على الاتمام والاختتام
وعلى رسوله الصلوة والسلام واتوب اليه من جميع الذنوب والآثام

كاتب الحروف محرر السطور العبد المسكين اذنب المذنبين الفقير الحقير
غلام محي الدين ابن صاحب السنة والصفا الموصوف بالصفة
الا بالله والحبيب الشيخ الباهر المصطفى الحق الله بالرحمن الاكبر
الشيخ العالم العامل والعارف الكامل قطب الخلائق وغوث الطرائق
صاحب الولاية العلى الشيخ الحافظ المرتضى رضي الله عنه وارضاه

رسالہ علم میراث تصنیف و کتابت
مولانا غلام محی الدین قصوری
بحوالہ حکیم سید ارشاد حسین - قصور

معلوم ہیں۔

(۱) مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب قصور۔

(۲) مملوکہ سید شبیر احمد شاہ مرحوم۔

اس دیوان کے بعض اجزاء (قصیدہ محمدی، قصیدہ شفائی، نعت شریف، مدح حضرت غوث الاعظم اور مدحیات پنجابی) مع اردو ترجمہ مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے قصور سے ۱۹۷۶ء میں بنام احسن الکلام گوہر نظام شائع کیے۔

۱۰۔ اسرار الحقیقۃ (مدح)

قلمی مخزونہ کتب خانہ خانقاہِ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان۔[1]

۱۱۔ خطباتِ حضوری (مجموعہ خطبات عیدین و جمعہ) مطبوعہ لاہور۔

۱۲۔ مکاتیبِ طیبہ (مجموعہ مکتوبات مولانا قصوریؒ) مرتبہ صاحب مکتوبات خود مولانا قصوریؒ۔

اس میں اپنے پیر بزرگوار حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور دیگر احباب کے نام مکتوبات ہیں اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں۔

(۱) ذخیرۂ شیرانی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور۔ ۵۱/۸۴/۳

(۲) کتب خانہ شخصی محمد اقبال مجددی۔

۱۳۔ مکاتیب شریفہ، بنام مولانا غلام نبی للہی جامع حضرت للہی۔ دو خطی نسخے موجود ہیں

(۱) ذخیرہ شیرانی۔

(۲) ذخیرۂ محمد اقبال مجددی۔

۱۴۔ مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہی۔

مشمولہ ضمیمہ سلسلۃ الاولیاء، مولفہ محمد صالح کنجاہی۔ قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب گجرات۔

۱۵۔ مکتوبات بنام مولوی غلام محمد۔ اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں۔

اوّل۔ بخطِ مصنف (صاحبِ مکتوبات) مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب۔ قصور۔

دوم۔ نقلش مملوکہ محمد اقبال مجددی۔ کاغذ کہنہ بدون سنہ کتابت۔

---

[1] تسبیحی محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان۔ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۱۱۔

۱۶۔ مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یاران خود۔
متفرق مکتوبات کا مجموعہ جامع راقم محمد اقبال مجددی۔
۱۷۔ بیاض نظم و نثر ۱۲۳۲-۱۲۶۹ھ اس میں اپنے معاصرین کے سنین وفات وغیرہ نظم کیے ہیں خطی نسخہ کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع میں ہے[۱]
شرح درود مستغاث ۔ پنجابی نظم مشمولہ اظہار انکار المنکرین تالیف مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری ۔ لاہور ۱۹۰۳ء صـ ۴۵-۴۴۔ ان کے علاوہ مولوی امام الدین نے ان رسائل کا ذکر کیا ہے جن کے وجود کا تاحال ہمیں علم نہیں ہے۔
۔ خلاصۃ التقریر فی مذمت الغناء والمزامیر[۲]
۔ قصیدہ شفاعتیہ ۔ این رسالہ خرد در مدح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم (است)
۔ مدح پیر زال، در زبان نظم فارسی و پنجابی و مدح حضرت غوث الثقلین" ممکن ہے کہ یہ آپ کے دیوان کا جزو ہوں۔
۔ شجرہ ہای خود طریقہ احمدیہ، قادریہ و چشتیہ در نظم فارسی عمدہ ترکیب[۳]
۔ رسالہ ردّ فرقہ وہابیہ ۔ در اثبات استماع موتی است[۴]
مولوی امام الدین نے آپ کی آخری زندگی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:۔
"اخیر عمر خود ایشان در مذمت فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ از حد زیادہ می کردند دوستان و آشنایان خود را از کید و مکر آن مردودان خبر داری فرمودند چنانچہ در ردّ انہا یکے از غزل مشمورہ اند[۵][۶]

---

[۱] محمد بشیر حسین ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع ۔ صـ ۱۹۷ ۔ [۲] امام الدین: مقامات طیبین صـ ۱۳ ۔ [۳] ایضاً صـ ۱۲ ۔ [۴] ایضاً صـ ۱۳ ۔ [۵] یہ غزل آپ کے کتب خانہ کے ایک خطی مجموعہ (تحفہ وہابیہ در رسالہ ردّ وہابیہ از مولوی عبداللہ ٹپی گجراتی) کے مابین مجلد ہیں ۔ یہ مجموعہ اس وقت کتب خانہ مسجد مولوی محمد شریف نوری لاہور میں موجود ہے ۔ [۶] امام الدین: مقامات طیبین صـ ۱۴ ۔

ملفوظاتِ شریفہ زیرِ نظر کتاب[1]: مشائخ کے ملفوظات ہماری مذہبی، معاشرتی اور فکری تاریخ کے سب سے اہم ماخذ ہیں، انہیں نظر انداز کر کے کوئی مورخ بھی کسی عہد کی معاشرتی زندگی اور انسانی فکر و عمل کے نشیب و فراز کی صحیح عکاسی نہیں کر سکتا۔

اس اعتبار سے جب ہم حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کے پیشِ نظر مجموعہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس وقت اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہمیں اس دَور کے ملفوظ لٹریچر میں انتہائی فقدان نظر آتا ہے۔ بخصوصاً تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) جبکہ سارا ہندوستان سیاسی انتشار کا شکار تھا اس اہم موضوع کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ اس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی جیسی شخصیّت کے ملفوظات کا اب تک صرف ایک ہی مجموعہ سامنے آیا ہے وہ بھی پوری زندگی کے سخنان نہیں ہیں بلکہ چند ماہ کے ہیں یعنی درالمعارف۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اس دَور کا قلیل ملفوظ لٹریچر، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے شعلوں کی نذر بھی ہو چکا ہے!

پیشِ نظر ملفوظات میں اس کے جامع فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ شاہ صاحب کے ملفوظات سے آپ کے خلفاء نے دفاتر جمع کر رکھے ہیں۔

بعضی خلفائے اجلہ را یافتم کہ بقصد نفع عباد اللہ درصدد جمع اکثر ملفوظات آن کریم الذات شدہ بتدوین دفاتر پرداختہ اند۔

ظاہر ہے کہ ان دفاتر میں سے بہت ہی کم مواد اس وقت دنیا کے غیر معروف کتب خانوں میں دبا پڑا ہوگا۔ یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ یہ سخنان میدانِ تصوف کے کسی نو وارد کے نہیں ہیں بلکہ اس بزرگ شخصیت کے کلمات ہیں جس کی زندگی کے چھیاسٹھ سال صرف دہلی جیسے مرکزی شہر میں گذرے جہاں کے اثرات سارے ہندوستان پر براہِ راست پڑتے تھے۔ اگرچہ پیشِ نظر ملفوظات کا یہ مجموعہ بھی ساری زندگی کا نہیں ہے بلکہ چند روزہ حاضری کی روئداد ہے لیکن یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ دَورِ آخر کے تمام تر تجربات کا حاصل ہے۔

سالِ تدوین: قارئین کو تعجب ہوگا کہ اس مجموعہ ملفوظات میں سالِ تحریر کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا اگرچہ بعض مقامات پر تاریخیں مندرج ہیں مثلاً ۲۹ شعبان، ۲۲-۲۳ رمضان المبارک اور عید الفطر وغیرہ لیکن سال حاضری کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

---

[1] جامع نے اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا ہم نے صاحبِ ملفوظات کے مکتوباتِ شریفہ کی مناسبت سے مجموعہ ہذا کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔

لیکن سالِ تحریر کا اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کیونکہ مختلف مقامات پر اس میں ایسے کئی اشارات ملتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مجموعہ کس سنہ میں مرتب ہوا۔ اس میں ایک مقام پر شاہ صاحب کا یہ ارشاد درج ہے کہ جب ہم دہلی پہنچے تو ہماری عمر اس وقت سترہ برس تھی اور آج ساٹھ (۶۰) برس ہمیں قیام کیے گذر چکے ہیں اس سے یہ قرائن سامنے آتے ہیں :-

۱۔ آپ کی ولادت جیسا کہ مقدمہ کے شروع میں ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء لکھی ہے ۔

۲۔ لہٰذا آپ (۱۱۵۶ + ۱۷) = ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء میں دہلی پہنچے ۔

۳۔ اب اگر ۱۱۷۳ھ میں ساٹھ سال مدت قیام جمع کریں تو ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء جو اس ملفوظات کے مجموعہ کا قیاسی سالِ ترتیب اور حضرت جامع کا حاضری کا سال ہے متعین ہو جاتا ہے ۔

یہ ملفوظات مولانا غلام محی الدین نے اپنی دوسری حاضری کے موقع پر جمع کیے ۔

اس مجموعہ کے چند قابلِ توجہ مختصات کا بیان بے محل نہ ہوگا ۔

چند اہم نکات :-

۱۔ اس میں جا بجا حضرت مرزا صاحب و قبلہ کے اقوال نقل کیے گئے ہیں اس سے قارئین اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ یہاں حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ کے علاوہ کوئی اور شخصیت بھی مراد ہیں جنہیں قبلہ کہا گیا ہے بلکہ یہ حضرت شاہ غلام علیؒ کا تکیۂ کلام تھا جیسا کہ آپ کے دوسرے معروف مجموعۂ ملفوظات دُر المعارف میں متعدد مقامات پر ایسا ہی درج ہوا ہے[1]

حاصل یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب و قبلہ ایک ہی شخصیت کی طرف اشارہ ہے ۔

۲۔ اس میں انگریزوں کی صنعتِ انجمادِ آب (برف سازی) کا بھی ذکر آگیا ہے وہ اس طرح کہ آپ کو ایک مرتبہ ٹھنڈے پانی کی طلب ہوئی۔ پانی حاضر کیا گیا تو اس کی خنکی طبع شریف کے موافق نہیں تھی آپ کے ایک مرید نے جو حکومتِ انگریزی کا ملازم تھا عرض کی کہ :-

"انگریز صنعتی مہیا ساختہ اند کہ آب فی الفور در ظرف منجمد می گردد لاکن بر آن مبلغہا بسیار خرچ می شوند"

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس بھی انجمادِ آب کا ایک طریقہ ہے جس میں کچھ خرچ ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے حاضرین میں سے خواجہ حسن مودودی سے فرمایا کہ دو سو مرتبہ اس پانی پر الا اللہ کی ضرب

---

[1] رافت رؤف احمد مجددی ؛ در المعارف ۔ ترکی ص ۳۵ ۔

مع بادکس لگاؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پانی فی الفور سرد ہو گیا۔

۳۔ ملفوظات ہذا کے مطالعہ سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت شیخ صدیق جالندھری نے اپنے مرشد کے مکتوبات کی شرح لکھی تھی۔

۴۔ اس کے خاتمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت جامع ملفوظات ہذا اپنے قیام درگاہ حضرت شاہ غلام علی کے دوران یہ سخنان بلند نشان مختلف کاغذات پر تحریر فرماتے رہے پھر قصور واپس پہنچ کر اس کی تسوید سے تبیض کا موقع نہ مل سکا۔ آپ کے خلیفۂ ارجمند حضرت مولوی غلام نبی للہی نے متعدد مرتبہ اس کی تبیض کی طرف آپ کی توجہ بھی مبذول کروائی لیکن یہ کام تعویق میں رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ پھر صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول بن جامع ملفوظات کے ایماء پر ان متفرق اور کہنہ پرچوں کو جمع کر کے "بہ ترتیب لائق و ترکیب فائق" مجموعہ کی صورت میں جمع کیا۔

ملفوظات پر ایک نظر:-

ایک روز بعیت کے بارے میں فرمایا کہ سلسلۂ چشتیہ میں بعیت کو بڑی اہمیت حاصل ہے بلکہ اس سلسلہ میں بغیر بعیت کے فیض کا حصول ممکن نہیں لیکن ہمارے نزدیک بعیت لازم نہیں ہے بلکہ ہماری بعیت تو صرف توجہ ہی ہے۔ طالب اپنی ہمت کے مطابق فیض حاصل کر سکتا ہے۔

فرمایا کہ ہمارے طریقہ کے حصول میں خوشی بھی ہے اور ناخوشی بھی اس کے مختلف مدارج ہیں۔ حضرت جامع ملفوظاتِ ہذا لفظ ناخوشی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ناخوشی سے مراد غایت علو ہمت اور نہایت کمال قرب ہے۔

فقر کے لیے صبر لازم ہے اور صبر کا معنی حبس نفس ہے۔

فرمایا کہ ہمارے طریقہ کے اکابر نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں شامل کرتے ہیں۔ اور اس کے متعدد معنی بیان کیئے گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ نہایت سے مراد توجۂ دائمی اور حضور مع اللہ ہے اور خطرات کی پیدائش یا اس میں گم ہو جانا ساتھ کیفیت کے، اس مرتبہ کو دیگر طرق میں مرتبہ نہایت قرار دیا گیا ہے

لیکن ہمارے طریقہ میں یہ مرتبہ بدایت (ابتدائی) ہے لیکن ہمارے نزدیک نہایت اور ہی چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ محضورِ حق میں توجہ کھو جانا۔

فرمایا ہم سلسلۂ چشتیہ کے بڑے معتقد ہیں۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے حال پر بڑی عنایت فرمائی تھی۔

ہمارے طریقہ میں داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ عذابِ قبر سے نجات دے گا۔

فرمایا کہ اگر ہم پتھر پر توجہ کریں تو انشاء اللہ اس سے بھی انوارِ الٰہی کا ظہور ہوگا۔

آپ کے ایک خلیفہ مولوی محمد عظیم علیہ الرحمۃ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ بندہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت قولاً و فعلاً اور عملاً و اعتقاداً چاہتا ہے۔ آپ سے اس باب میں استقامت کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔ چنانچہ اس دعا کی اجابت کے اثرات اسی وقت ظاہر ہوئے۔
اس سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے زیرِ تربیت حضرات کے پیشِ نظر کس قدر بلند مقاصد تھے اور اس بارے میں حضرت کی دعا تیر بہدف کی حیثیت رکھتی تھی۔

فرمایا کہ لفظ مراقبہ ترقب سے مشتق ہے جس کے معنی انتظار کے ہیں یعنی انتظارِ فیضِ الٰہی، مراقبہ میں دو چیزیں شرط ہیں اوّل ملاحظۂ ذاتِ احدیّت دوم یعنی اپنا دل۔

فرمایا کہ مجھے سماع سے بہت رغبت تھی لیکن چونکہ یہ ہمارے پیرانِ عظام کے قاعدہ کے خلاف تھا اس لیے اس کے سننے کی جرأت نہیں کی۔ ایک مرتبہ مجھے قبضِ عظیم واقع ہوا اس کے دفع کیلئے ہر چند چارہ جوئی کی لیکن افاقہ نہ ہوا۔ پھر ناگاہ ہمارے کان میں سارنگی کی آواز پڑی فوراً ہمارا قبض دُور ہو گیا۔
فرمایا اگر ہم سماع کے شائق ہوں تو ساری دہلی کے قوال بھی جمع ہو سکتے ہیں لیکن ہم اپنے پیرانِ عظام کی

مخالفت سے پناہ مانگتے ہیں۔

اپنا طریقہ اجازت وخلافت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اس کا کلیہ مقرر ہے اور وہ یہ کہ اگر ہماری توجہ سے کسی کو لطیفہ قلب (مع کیفیت وتزکیہ نفس بہ جذبات) حاصل ہو جائے وہ ہماری طرف سے مجازِ مطلق ہے۔ اگرچہ ہم نے اسے زبانی اجازت نہ دی ہو۔

چوں کسی را از اثر توجہ ما تصفیہ لطیفہ قلب با کیفیت وتزکیۂ نفس بہ جذبات است اورا از طرف ما مجاز مطلق است اگرچہ ما اورا اجازت زبانی نداده باشیم۔

ہمارے مرشد حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اجازتِ طریقہ کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں اول علم، دوم عقل، سوم ترک وتجرید وتبتل وانقطاع۔ ان کے بغیر اجازت بیکار ہے۔

فرمایا کہ دیگر طریقوں (سلاسلِ تصوّف) میں مجاہدہ ایک اہم چیز ہے لیکن طریقۂ نقشبندیہ میں بجائے مجاہدہ توجہ کو رکنِ طریقہ کی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن ذکر ہر طریقہ کی شرطِ اوّلین ہے۔

کسی نے حضرت میرزا مظہر قدس سرہ سے دریافت کیا کہ آپ نے طریقۂ مجددیہ کیوں اختیار کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس طریقہ میں وہ شدید ریاضات ومجاہدات لازم نہیں ہیں جو دیگر طریقوں میں ہیں اور ہم ایسے نازک مزاج مجاہداتِ شاقہ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

نجف خاں[1] کے عہد میں رمضان المبارک کی برکات، ظلمت کی صورت میں ظاہر ہوتی تھیں۔

فنا وبقا کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فنا دریا میں غوطہ زنی کو کہتے ہیں اور پھر اس پانی کے

---

[1] برائے حالات نجف خان رجوع کنند بہ حواشیٔ کتاب ہذا۔

جسم کے تمام اجزا میں سرایت کرنے کا نام بقا ہے۔

فنا و بقا کے بارے میں دیگر مشائخ کرام کے اقوال بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ پر حالتِ بقا کا غلبہ تھا۔

مشکوک غذا سے باطن مکدر ہو جاتا ہے

حضرت علاء الدولہ سمنانی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما کے نظریہ وحدت الشہود کے پیروکار دنیا میں بڑی کثرت سے ہیں۔ خود حضرت غوث الثقلین کے کلام مبارک سے وحدت الوجود کی تصریح معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف مفہوم نکلتا ہے۔

اسی کے ضمن میں حضرت جامع علیہ الرحمۃ نے وضاحت کی ہے کہ حضرت شاہ محمد فاضل بٹالوی نے اکثر فیض حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے حاصل کیا تھا انہوں نے بھی اپنے رسالۂ نوریہ میں وحدت الوجود کو سُکر کا درجہ دیا ہے نہ کہ صحو کا۔

نسخ خطی:۔ ملفوظاتِ طیبہ کے متعدد خطی نسخے پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں جن میں مفصلہ ذیل نسخے اس وقت تک ہماری نظر سے گذرے ہیں۔

۱۔ مخزونہ کتابخانہ خانقاہ حضرت مولوی غلام نبی للہ شریف ضلع جہلم۔

اس نسخہ کے آخر میں مولوی غلام نبی للہی کی تحریر ملکیت ۱۲۷۶ھ ہے۔

۲۔ مخزونہ خانقاہ حضرت مولوی غلام نبی مذکورہ۔

یہ نسخہ مقاماتِ طیبیّن کے مصنف مولوی امام الدین نے ۱۲۷۶ھ میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت غلام نبی للہی کے اصل نسخہ کی نقل ہے۔

نقل مطابق اصل کردہ از دستخطی حضرت صاحب للہی سلمہ اللہ تعالیٰ این بندہ لاشی مسکین امام الدین ساکنہ کہوتکی این را نوشتہ است۔

۳۔ ذخیرۂ شیرانی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۴۷/۲/۸۰/۳۷۸۰۔

بخطِ غلام حسین بسال ۱۲۹۳ھ

۴۔ نسخہ مملوکہ احقر محمد اقبال مجددی بخطِ محمد صدیق ساکن موضع بالیکی بسال ۱۲۹۵ھ

۵۔ کتب خانہ شخصی سید تبسیر حسین شاہ مرحوم بنگلہ نودھوڑی ضلع لائل پور۔ حال بملک جناب اقبال احمد فاروقی مالک مکتبہ نبویہ لاہور۔

مکتوبہ بسال ۱۳۱۰ھ بخطِ محمد ابراہیم۔

۶۔ کتابخانہ گنج بخش مرکزِ تحقیقاتِ فارسیٔ ایران و پاکستان۔ اسلام آباد۔

ٹائپ کاپی بخط و قرأت فارسی جدید نقل بکوشش جناب محمد حسین تسبیحی کتاب دار کتاب خانۂ گنج بخش نقل مبنی بر نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۰ھ مذکورہ۔

بعض ناگزیر موانع کی بنا، پر پیشِ نظر متنِ ملفوظاتِ طیبہ کا مذکورہ تمام خطی نسخوں سے تقابل نہیں کیا جاسکا یہ متن صرف نسخہ نمبر ۵ پر مبنی ہے تاہم تقابل نسخہ کا کام جاری ہے انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں یہ کمی پوری کر دی جائے گی۔ مجھے مقدمہ و حواشی لکھنے کے دوران اس متن میں بعض اغلاط محسوس ہوئے، لیکن جب تک تمام نسخوں سے تقابل نہ ہو کوئی حتمی بات نہیں کی جاسکتی۔

دار المورخین
گیلانی سٹریٹ۔ منور عزیز پارک
نیو وسن پورہ لاہور

احقر
محمد اقبال مجددی
۱۸ر جنوری ۱۹۷۷ء

ترجمہ[1]
ملفوظاتِ شریفہ

ستائش باعث آلاف آسائش اس ذات صمدیت کے لئے ہے جس نے حضرتِ انسان کو اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (میں انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں) کی خلعت سے نوازا۔ درودِ لامحدود اس حبیبِ معبود پر ہو جس نے ہر سعید روح کے کانوں میں وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو) کا مژدہ جانفزا پہنچایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آلِ پاک صحابہ کبار پر بھی درود ہو جو مرشدانِ طلب ہیں اور آفتاب حقیقت کے اصطرلاب ہیں۔

یہ بندہ مسکین طالب حضوری غلام محی الدین[2] احمدی قریشی قصوری غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذُنُوبَہٗ وَ سَتَرَ عَلَیْہِ عُیُوبَہٗ عرض گذار ہے۔ جب قادرِ کریم نے اپنے فضلِ عمیم سے اس ذمیم دمیم کو داخل حلقہ فیض علقہ خادمان شاہ غلام علیؒ دہلوی فرمایا۔!

پیر کامل مرشدِ ہادی مکمّل راہنما — شاہ اقلیم شریعت در طریقت مقتدا
مخزنِ حلم و حیا و معدن علم و ادب — منبع جود و عطا و مطلع صدق و صفا
خضر صورت سبز تش آب خضر را اندکے — از نگاہش بشگفد دل ہمچو غنچہ از صبا
سروِ باغ استقامت شمع بزم معرفت — زیب بخش مسندِ حضرت مجدّد مجتبیٰ

---

[2] تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے مقدّمہ کتاب ہذا۔

[1] ترجمہ از اقبال احمد فاروقی۔

بے نظیر اندر کرم حاتم گدائے کوئے اُو
ہست احساں خانہ زاد وش زاد خوانش ھل اتیٰ

ہست شیطانِ لعین را چوں عمر گردن زنے
بر سر فرعون نفس آمد چو موسیٰ با عصا!

ہر چہ می خواہد دلش موجود گردد در زماں
بر ہدف دائم رسد تیر دعائش بے خطا

می رسد ہر دم برو مانند باراں پے بپے
فیض بوبکر و عمر عثمان علی المرتضیٰ

شاہ عبد اللہ غلام شاہ علی قطب زماں
بس نمی گردد ستائش تا ابد بادش بقا!

اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے کلامِ فیض نظام کے سامعین کے حلقہ میں منسلک فرمایا۔ مجھے وہ دیدار نصیب ہوا جو بحکم اولیاء اللہ اِذَا رَأوْ ذکر اللہ، دیدار خدا کی یاد کو تازہ کرتا گیا میں نے آپ کی زبان سے وہ کلام سنا جو عقل و خرد کے سانپ کے زہر کے لئے معرفت الٰہیہ کا تریاق تھا۔ مجھے آپ کے بعض ایسے جلیل القدر خلفاء سے ملاقات کا موقع ملا جنہوں نے بندگانِ خدا کی بہتری کے لئے حضرت کے ملفوظات کے دفاتر جمع کئے ہوئے تھے۔ مجھے اکثر آپ کی ظاہری مفارقت کا خوف رہتا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس بحر ناپیدا کنار سے ایک قطرہ حاصل کروں اور اہل اللہ کے قول اِذَا ذُکِرُوا ذُکِرَ اللہُ (جب اولیاء اللہ کا تذکرہ کیا جائے تو وہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے) کی روشنی میں حضرتِ رحمٰن کی یاد کا سبب بنوں۔ نیز فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ پر بھی عمل کروں۔

بزرگانِ دین کے ملفوظات میں بادی النظر میں بعض مقامات پر اشکال اور اشتباہ نظر آتے ہیں میں نے ایسے مقامات کو حل کرنے اور انہیں آسان پیرایہ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ خاص و عام بھی ان سے محظوظ ہو سکیں۔

جس دن راقم احقر (مؤلف) حضرت کی مجلس میں سلسلہ قادریہ میں بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا تو آپ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک عظیم الشان واقعہ ظہور ہونے والا ہے ایک عالمِ دین اور فاضل یگانہ ہم سے اخذ طریقہ کرنے والا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بلند فرمایا اور بارگاہ الٰہی میں متضرع ہوئے

اور کہا " یا الٰہی۔ جو فیضان حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے آبا سے وراثتاً یا اپنے بزرگان سلسلہ سے عطاءً حاصل کیا تھا جو فیوض اپنے مجاہدات سے انہوں نے حاصل کئے تھے ان سب کو تھوڑی ہی مدت میں اس شخص کے سینہ میں اُتار دے۔" یہ کہتے ہوئے آپ نے میرا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیا اور اسے بلند فرماتے ہوئے کہا تمہارے ہاتھ کو میں نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا ہے جو تمہارے دینی اور روحانی کام میں ممد و معاون ہوں گے اس کے بعد اپنے سر سے کلاہ مبارک اتار کر اپنے ہاتھ سے اس احقر کے سر پر رکھی اور دعاء خیر فرمائی

جامع ملفوظات یہاں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ حضور کے اس اعلان بشارت کے باوجود اس حقیر کی شقاوت میں فرق نہ آیا مگر میرا یقین محکم تھا کہ اس مقرب الٰہی کی توجہ کے طفیل ایک روز فتح الباب مقصود ہوگا اور عقدۂ کار حل ہو کر رہے گا۔

با کریماں کارہا دشوار نیست!

ایک دن حقیر مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس وقت بیعت کے سلسلہ میں گفتگو ہو رہی تھی حضرت نے فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ میں بیعت کو پوری طرح اختیار کیا جاتا ہے اس سلسلہ عالیہ کے بعض بزرگان دین کا خیال ہے کہ بیعت کے بغیر مرشد سے کسی قسم کا فیض حاصل نہیں ہو سکتا لیکن ہمارے نزدیک (نقشبندیہ سلسلہ میں) بیعت ضروری نہیں ہے۔ ہماری توجہ ہی بیعت ہے جس سے توجہ کی جاتی ہے اسے فیض ضرور ملتا ہے۔

ایک دن تکرار بیعت پر گفتگو ہو رہی تھی بعض حضرات اس سے منع فرماتے ہیں مگر ہمارے نزدیک بیعت ثانی میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ پہلے مرشد کا وصال ہو گیا ہو۔ حضرت مرزا مظہر[1] جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر اوّل حضرت[2] سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت

---

[1] تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے مقدمہ کتاب ہذا۔ [2] صفحہ آئندہ پر

شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔ ہمارے لئے اپنے پیرانِ طریقت کا قول وفعل ہی کافی ہے وہ دنیا کے عالم ترین اور متقی ترین افراد میں سے ہیں۔

(حاشیہ سابقہ صفحہ سے)

ےلہ حضرت سید نور محمد بدایونی؛ آپ شیخ سیف الدینؒ بن خواجہ محمد معصومؒ بن حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم اور پابند شرع صوفی تھے۔ ہر وقت کتاب وسنن اپنے پاس رکھتے تھے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے ایک مرتبہ بیت الخلاء میں داخل ہوئے راست پاؤں پہلے رکھ دیا تو تین دن تک سیر باطنی بند رہا۔ آپ سے بیشمار انسانوں نے باطنی فیض حاصل کیا جن میں حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ کا اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے جن سے سارے عالمِ اسلام میں مجددی سلوک کا عام رواج ہوا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ۱۔ رافت رؤف احمد۔ جواہر علویہ ۱۲۷۔۱۳۰۔ (۲) نعیم اللہ بہرائچی؛ معمولات مظہریہ۔ کانپور ۱۲۷۵ھ۔ (۳) شاہ غلام علی دہلوی۔ مقامات مظہری ۲۱۔۲۵ (۴) محمد مظہر مجددی۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۴۲۔۴۴۔ (۵) غلام سرور مفتی؛ حدیقۃ الاولیاء ۱۲۸۔۱۲۹۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

ےلہ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ؛ آپ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت شاہ گل متوفی ۱۱۲۶ھ بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے خلیفہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مرشد بزرگوار تھے۔ غایت درجہ متقی تھے (شاہ غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری ص ۳۰۔

شیخ محمد عابدؒ نے حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے مکتوبات میں سے چالیس مکاتیب شریفہ کا انتخاب کیا تھا جس پر عربی میں مولوی نعیم اللہ بہرائچی صاحب معمولات مظہریہ (خلیفہ حضرت میرزا مظہرؒ نے دیباچہ لکھا۔ حضرت بہرائچی فرماتے ہیں؛ اللّٰھمّ لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک ولا صلوۃ علی حبیبک ..... الخ

اما بعد فیقول العبد الضعیف العاصی محمد نعیم اللّٰہ البھرائچی ھذا اربعون مکتوبًا انتخبھا الشیخ الکمال المکمّل العارف باللّٰہ الھادی عباد اللّٰہ الی اللّٰہ القاسم المختار من اللّٰہ الشیخ محمّد العابد السنامی قدّسنا اللّٰہ سرّہ الاقدس ونوّر اللّٰہ مرقدہ المقدس من المکاتیب الامام الربّانی ....

(بقیہ صفحہ آئندہ)

ایک دن عصر کے حلقہ میں یہ فقیر راقم حاضرِ مجلس تھا پیران کبار کے طریقہ کار پر گفت گو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ ہمیں تو اپنے پیرانِ طریقت سے ہی وابستگی ہے۔ ہماری خوشی اور ناخوشی تو صرف اسی بات پر ہے کہ انہوں نے اپنی توجہ سے ہمیں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنّت کی مطابعت پہ پابند بنا دیا ہے۔ ناخوشی اس بات پہ ہے کہ یہ طریقہ انتہا پذیر نہیں ہے ہم جس مقام پہ بھی پہنچتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مقام مدعا زندگی نہیں بلکہ مقام آگے بھی ہیں۔ ہمیں ساٹھ سال ہو گئے ہیں، ہم بادِ نسیم کی طرح کسی مقام پر نہیں رُکے اور کسی مُنتہا پہ نہیں پہنچ سکے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) التی تسمی باربعین مکتوباً ۔۔۔۔ الخ

ان چہل مکتوبات کا ایک خطی نسخہ ذخیرہ حافظ محمود شیرانی کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور ۸۶۸/۳۹۰۱ میں موجود ہے۔

ان کی نسبت سنامی کے متعلق مولوی محمد صالح کنجاہی نے یوں وضاحت کی ہے۔ " سنام بضم سین مہملہ وتشدید نون قصبہ الیست از توابع سہرند " (محمد صالح کنجاہی، سلسلۃ الاولیا، بخطِ مصنف قلمی) مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات۔ ورق ۸۳ ب حاشیہ)

آپکا انتقال ۱۸ رمضان (جواہر علویہ ص۱۰۹) اور ۱۱۶۰ھ (رسالہ در حالات مرزا مظہر ص۱۴) کو ہوا۔ مزار مبارک باغ کے سامنے آنا د لپور دہلی میں ہے (مزارات دہلی ص۱۴۳)۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

ہم نے حدیقۃ الاولیا پہ حواشی مرتب کرتے ہوئے مولانا محمد عابد بن ابی الحسن عبداللہ لاہوری اور شیخ محمد عابد سنامیؒ کو ایک ہی شخصیت تصور کیا تھا۔ اب غلطی کا احساس ہوا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ فتدبر

حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

۱۔ رسالہ در حالات حضرت شیخ محمد عابد سنامی قلمی

۲۔ شاہ غلام علی دہلوی، رسالہ در حالات حضرت مظہر (مقامات مظہری) مطبوعہ دہلی ۱۲۶۹ھ ص۱۲-۱۵

(بقیہ صفحہ آئندہ

نہ حسنش غائیتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دجلہ ہمچناں باقی

دوسرے طریقوں کے پیرانِ عظام کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی مرید کو اسرارِ توحید میں سے کوئی راز منکشف کرتے ہیں تو وہ شوق و ذوق کے اظہار کے لئے رقص و وجد کی محفلیں برپا کرتے ہیں گویا انہیں مقتضائے قلب میسر آگیا ہے وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ واصلِ ذات ہو گئے ہیں اور عارف منتہی بن گئے ہیں۔

آں ایشاں اندو من چنینم یا ربّ ![۵]

جامع ملفوظات (غلام محی الدین قصوریؒ) رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذات عرض گذار ہے کہ یہاں ناخوشی کا لفظ از قبیل ذم نہیں بلکہ تعریفی ہے۔ یہ مراتب کے لحاظ سے خوشی سے برتر ہے کیونکہ خوشی کا تعلق سیرِ صفات سے ہوتا ہے اور ناخوشی کا تعلق سیرِ ذات سے۔ ذات میں سب کچھ سلب ہو جاتا ہے مگر صفات میں ثبات باقی رہتا ہے یہ ناخوشی ہی ہے جس کو حدیث پاک میں حزن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ دَائِمُ الْفِکْرِ مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَنِ چنانچہ ناخوشی غایت علو ہمّت ہے اور نہایت قربت کی علامت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ۔ اللہ تعالیٰ امت پریشان حال کو حضرت پیر و مرشد کے طفیل ناخوشی کی دولت سے نوازے!

ایک دن نمازِ عصر کے بعد احقر حلقہ میں مشرف حضور ہوا۔ حضرت میاں رسول بخش چشتی[۶] مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو توجہ کے لئے طلب کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی کہ وہ جامع مسجد کی طرف گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ سیر کرنے نکل گئے ہوں گے۔ پھر فرمانے لگے۔ یہ کیا فقیری ہے۔ فقیر میں تو بڑا صبر ہوتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۔ ۳۔ نعیم اللہ بہرائچی؛ معمولات مظہریہ۔ کانپور ۱۲۷۵ھ

۴۔ رافت رؤف احمد مجددی۔ جواہر علویہ اردو ترجمہ۔ لاہور ص ۱۰۸-۱۰۹

۵۔ غلام سرور مفتی؛ حدیقۃ الاولیا مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۳۰-۱۳۱-۲۹۸

۶۔ میاں رسول بخش چشتی مودودیؒ کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے۔

صبر سے مراد حبس نفس ہے۔ جب ہم مجاہدے میں مشغول ہوا کرتے تھے تو پورے پچیس سال ایک حجرے میں محبوس رہے سردیوں اور گرمیوں میں باہر آنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری عمر سترہ سال تھی کہ میں دہلی میں آیا تھا۔ اب میری عمر ساٹھ سال کی ہو گئی ہے مگر ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا جب ذکر و فکر اور حلقہ و مراقبہ نہ کیا ہو۔ بایں ہمہ آخرت کا خوف ہر وقت دامن گیر رہتا ہے یہ خوف اس وقت تک رہے گا جب تک ہم نے بہشت میں قدم نہیں رکھ لیا اور اپنے اللہ سے رَضِيتُ عَنْكَ يَا عَبْدِي (اے میرے بندے میں تم پر راضی ہوں) نہ سن لیا۔

ایک دن احقر حاضر مجلس تھا استغنا فقرا اور ترک خوشامد امرا گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن ہم نواب شاہ نظام الدین[۵۱] کے مکان پہ ایک تقریب اور فاتحہ خوانی کی مجلس میں شریک ہوئے۔ اس مجلس میں دہلی کا گورنر مٹ کلف[۵۲] فرنگی بھی موجود تھا۔ تمام حاضرین اس کی تعظیم و تکریم کے لئے کھڑے ہوئے مگر ہم بیٹھے رہے۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اس کی طرف پشت کر کے

---

۵۱ نواب شاہ نظام الدین دہلی کا ایک جابہ کوتوال تھا۔

۵۲ مٹ کلف حاکم دہلی: سر چارلس تھیافلس بیرن مٹ کلف ۱۷۸۵ء میں کلکتہ میں پیدا ہوا۔ ۱۸۰۰ء میں کمپنی کی ملازمت اختیار کی۔ ہندوستان کے مختلف مقامات پہ مختلف عہدوں پہ فائز رہا۔ ۱۸۴۶ء میں انتقال کیا اس کے قیام دہلی کی تفصیل یہ ہے۔

۱۸۰۶/۱۲۲۱ھ ریذیڈنٹ کا مددگار

۱۹-۱۸۱۱/۳۵-۱۲۲۶ھ ریذیڈنٹ۔

۲۷-۱۸۲۵/۴۳-۱۲۴۰ھ ریذیڈنٹ

ہمارا خیال ہے کہ حضرت شاہ غلام علیؒ سے یہ مذاکرہ اس کے دہلی کے قیام ۱۹-۱۸۱۱ھ/۳۵-۱۲۲۶ھ کے مابین ہوا حدود ۱۲۳۳/۱۸۱۷ء میں جب کہ حضرت قصوریؒ شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے۔

دوسرے لوگوں سے ہم باتیں کرنے لگے تاکہ ہماری نگاہ اس کے منحوس چہرے پر نہ پڑے اس نے لوگوں سے دریافت کیا۔ شاہ غلام علی آئے ہیں لوگوں نے بتایا تو اٹھ کر ہمارے پاس آگیا اور قدم بوسی کے لئے آگے بڑھا۔ ہمیں اس کے منہ سے شراب کی بدبو محسوس ہوئی جس سے بڑی کوفت ہوئی پوری شدت سے ہم نے اسے ڈانٹ کر اپنی جگہ پر چلے جانے کو کہا اور کتے کی طرح اسے ہٹا دیا اس نے دوسری بار آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ہم نے دوبارہ اسے ہٹا دیا۔ وہ اپنی کوٹھی میں گیا تو اپنے ملازم کو کہنے لگا سارے ہندوستان میں نے ایک باغیرت انسان دیکھا ہے۔

ایک دن نمازِ عصر کے بعد احقر کو شرفِ حضوری حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے اکابر فرمایا کرتے ہیں کہ ہم نہایت کو بدائیت میں درج کرتے ہیں اس بات کے کئی معنی ہیں۔ نہایت سے مراد توجہہ دائمی کا پیدا ہونا ہے اور حضوری مع اللہ ہے کم خطرگی یا گم خطرگی میں ایک خاص کیفیت ہوتی ہے اس مقام کو دوسرے سلسلہ ہائے تصوف میں "نہایت" کہا گیا ہے لیکن ہمارے سلسلہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں اسے بدایت کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک نہائیت نہایت دوسری چیز ہے۔ اور وہ ہے۔ حضوری میں توجہہ کا گم ہو جانا۔

اس کے بعد ذکرِ کثیر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا۔ ذکرِ کثیر سے مراد ذکرِ قلبی دائمی ہے جس میں انقطاع کا احتمال نہیں ہوتا۔ یہ وہ زبان نہیں جو انقطاع پذیر ہو۔ اس کی دلیل اس آیہ کریمہ سے لی جاسکتی ہے رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔ یعنی ایسے مردانِ حق بھی ہیں کہ جنہیں تجارت یا خرید و فروخت کی دوسری مصروفیات ذکرِ الٰہی سے محروم نہیں کرسکتیں وہ زبانی ذکر سے۔ بیع و تجارت سے کیسے محروم رہ سکتے ہیں پھر قلبی ذکر کا مقام تو اس سے بھی بلند ہے۔

آپ نے اسی موضوع کو پھیلاتے ہوئے فرمایا۔ اکثر لوگ ذکرِ قلبی کو ذکرِ خفی کہتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ خفیہ کے معنی پوشیدہ کیئے ہوتے ہیں۔ ذکرِ قلبی اگرچہ غیر سے پوشیدہ ہے لیکن ذاکر سے تو پوشیدہ نہیں ملائک اور شیطان سے بھی پوشیدہ نہیں چنانچہ حقیقتِ خفا اس بات میں پائی جاتی ہے بلکہ ذکرِ خفیہ ذاکر کے گم ہونے سے مراد ہے ذاکر کو نہ تو اپنی خبر ہوتی ہے اور نہ اپنے ذکر کی۔ میرا

حال بھی ایسا ہی ہے۔ بسا اوقات میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو اس توجہ یا ذکر کا کچھ اثر بھی اپنے اندر نہیں پاتا۔ ہاں غیب سے کوئی چیز میسّر آجائے تو حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں میرا رُواں رُواں ذِکر میں غرق ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے شب قدر کا ذکر شروع کیا۔ فرمانے لگے یہ رات بھی عجیب بابرکت ہے اس رات کی عبادت مقبول ہوتی ہے اور دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اہل قرب تو اس رات خصوصی کیفیت سے مستفید ہوتے ہیں آپ نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہوا تھا۔ رات کو گوشہ اعتکاف میں سویا ہوا تھا۔ کسی نے مجھے کہا۔ اُٹھو! اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی امّت مرحومہ کے لئے دُعا کرو۔ میں اٹھا۔ میں نے دیکھا کہ ساری مسجد بُقعہ نُور بنی ہوئی ہے گویا ہر طرف زبردست چراغاں ہے میں سمجھ گیا یہ شب قدر کا نُور ہے۔ آپ نے مزید بتایا۔ یہ بات جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ شب قدر کو درخت اور دوسری مخلوقات سجدہ ریز ہو جاتی ہے ہو سکتا ہے سچ ہو۔ مگر میں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا۔ جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذات یہاں عرض پرداز ہے کہ جس شخص نے کہا تھا کہ اٹھو! اور امت مرحومہ کے لئے دعا کرو۔ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے اور قطب مدار بھی تھے۔

ایک دن احقر اور پیر ابراہیم چشتی قصوری چاشت کے حلقہ کے وقت حضور پُرنور کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی شیرینی کا تبرک لے کر حضور کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ نے تبرک کو چُوما۔ دل اور آنکھوں پر جگہ دی اور سر پہ رکھ کر فرمایا کہ میں چشتیوں کا بجد معتقد ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت سلطانؒ تو ایک دریا تھے محتاج نوشخارہ بھر فرمایا۔ چشتیوں میں حضرت سلطان کی طرح کوئی محدث نہیں ہوا۔ حضرت فریدالحق والدّین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ پر بڑی عنایات ہیں۔ ایک دن مراقبہ کی حالت میں میں نے دیکھا کہ حضرت فریدالحق والدّین میرے غریبخانہ میں تشریف لائے ہیں۔ میرا گھر آپ کے قدوم میمنت لزوم سے بُقعہ نور بن گیا۔ آپ میانہ قد کے تھے اور فرمانے لگے۔ ادھر آؤ۔ تمہیں کوئی وظیفہ سکھادوں میں اپنے پیرو مرشد کی غیرت سے ڈرا اور

عرض کیا کہ حضور میرے پیر و مرشد نے جو وظیفہ سکھا دیا ہے۔ کافی ہے۔ اب کسی دوسرے وظیفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت شکر گنج کی اولاد میں سے ایک صاحب، جو حضرت کے مرید تھے۔ اسی مجلس میں حاضر تھے۔ آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا حضرات چشت کی طرح ذکر بالجہر کرنا چاہیے اس طرح ان کا فیض حاصل ہو جاتا ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ ساری مجلس پر رقت طاری ہو گئی بعض وجد اور ذوق میں آ گئے۔

ایک دن بعد از نماز عصر حلقہ خاص میں احقر بھی حاضر تھا۔ حاجی گل محمد کابلی[لے] چند دانے عمدہ اور پاکیزہ آموں کے خدمت میں لائے۔ آپ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ آگے آؤ! ہم تمہیں آج سے پیر بنا دیں۔ پھر فرمانے لگے۔ کہ ہم تو جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، کے دربار کے خاکروب ہیں حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے چوبدار ہیں۔ یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ حاکم شہر نے اپنے خاکروب کو اس قافلہ غوثیہ کے ہمراہ کر دیا ہے تاکہ رہزن اور چور اس قافلہ کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکیں ہم حضرت غوث الثقلین اور حضرت شاہ نقشبند کے خاکروب ہیں۔

لے حاجی گل محمد کابلی، غزنی (افغانستان) سے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں آئے۔ نسبت باطنی حاصل کر کے مقامات عالی کو پہنچے۔ اور خلافت حاصل کر کے اس ولایت کے مقتدی بنے (جواہر علویہ ۲۴۳) حضرت شاہ عبدالغنی نے لکھا ہے کہ حج کے لیے گئے تو وفات ہو گئی۔

"از غزنین بخدمت حضرت ایشاں حاضر آمدہ کسب نسبت نمودہ بہ خلافت مشرف گشتہ بمردمان ولایت فائدہ رسانید چند کس را اجازت داد بہ حج رفت و وفات یافت" (تکملہ مقامات مظہری ۱۸۲)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال حرمین الشریفین ہی میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے کیوں کہ غزنی کے مزارات پر جو کتاب افغانستان سے شائع ہوئی ہے اس میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو ریاض الالواح غزنہ مؤلفہ شیخ محمد رضا مطبوعہ کابل ۱۳۴۶ اش۔ حضرت شاہ صاحب کا ایک مکتوب شریف [در بیان احوال مرض کہ لاحق حضرت ایشاں شدہ بود و بعض مواعظ غفلت۔ مکتوب نمبر ۱] بھی انکے نام ہے۔

آپ نے ایک دن فرمایا کہ جس عمارت میں بیٹھتے ہیں جس دن ہم اس کی بنیادیں کھود رہے تھے۔ تو معمار نے کہا کہ اس دیوان کی چھت کے لئے ۳۶ چھتیس روپے درکار ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک پھوٹی ہوئی کوڑی بھی نہ تھی۔ بارگاہِ ایزدی میں عرض کی۔ اسی وقت ضرورت کے مطابق روپیہ پہنچ گیا۔ خواجہ نجیب الدین خاں قصوری[۱] محفل میں موجود تھے۔ حضرت نے ان کی طرف متوجہ ہو کر نہایت بشاشت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کس جگہ کا پیر بنایا جائے۔ خواجہ موصوف نے عرض کی۔ انہیں پیر قصور بنا دیں۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا۔ بڑے پست ہمت ہو۔ ہم تو اسے سارے پنجاب کا پیر بنائیں گے۔ یہ لاہور کے بھی پیر ہیں۔ ملتان کے بھی پیر ہیں اور بٹالہ کے بھی پیر ہیں پھر جس وقت مولینا خالد[۲] رومی جو ایک بے نظیر فاضل تھے۔ یہاں تشریف لائے۔ ہم نے انہیں کہا تھا کہ تمہیں تو ہم قطب بنا دیں گے۔ بعض حضرات ہمارے اس بات پر ہنس دیئے تھے۔ مولینا کو خود بھی تعجب تھا۔ آخر جو کچھ ہم نے کہا تھا وہ ہو کر رہا۔ ان دنوں وہ اپنے علاقہ کے قطب ہیں!

جامع ملفوظات (مولینا غلام محی الدین قصوری) رزقہ اللہ وصول الذات عرض پرداز ہے کہ مولینا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ روم کے مشہور و معروف علماء و فضلاء میں سے تھے۔ وہ طلب خداوندی میں اپنے وطن سے نکلے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات سُن کر مشتاق دیدار ہو گئے معرفت الٰہی کی تحصیل کے لئے روم سے شاہجہان آباد (دہلی) پہنچے۔ ساڑھے سات ماہ کے عرصہ میں حضور کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب پشاور پہنچے تو حضور کی زیارت عالمِ رؤیا میں ہی نصیب ہو گئی۔ بیدار ہوئے تو لطائفِ خمسہ کو اپنے سینے میں جاری پایا۔ جب وہ حضور کی مجلس میں حاضر ہوئے

۱۔ خواجہ نجیب الدین خاں قصوریؒ بھی حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے مخلصین میں سے تھے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۲۔ مولانا خالد رومی کردی رحمۃ اللہ علیہ = شیخ ضیاء الدین خالد نقشبندی شہرزوری اشعری شافعی قدس سرہٗ بن احمد بن حسین عثمانی۔ حضرت شاہ غلام علیؒ کے اجل خلفا میں سے تھے تفصیل کے لئے دیکھیں مقدمہ کتاب ہذا۔

تو جو صورت حال عالمِ رؤیا میں پشاور دیکھی تھی وہی سامنے آئی۔ آپ کا اشتیاق سوگنا زیادہ بڑھ گیا گو حضور ہر طالبِ خدا کو مساوی توجہ دیتے ہیں مگر مولٰینا خالد رومی کی غربت، مسافرت اور استعداد فطرت کو دیکھ کر آپ نے بے حد شفقت فرماتے اور مزید یا نہ ممتاز بٹھاتے۔ بڑی خصوصی توجہ کے ساتھ چھ ماہ کے عرصہ میں تمام درجات میں تکمیل کروا دی اور خلعت خلافت سے بھی مشرف فرما دیا پھر آپ کو رخصت عنایت فرمائی۔ آج یہ عالم ہے کہ مولٰینا خالد رُومی مرجع خلائق ہیں۔

ایک دن صبح حاضری نصیب ہوئی تو کسی نے اطلاع دی کہ آج رات فلاں عورت کا جو آپکی مریدہ تھی انتقال ہو گیا ہے اس کا جنازہ تیار ہے۔ آپ نے اس اطلاع پہ بے حد افسوس کیا اور فرمایا مرحومہ بڑی مخلص تھی۔ پھر آپ نے حاضرین مجلس کو فرمایا کہ مرحومہ کے لئے ستر ہزار بار کلمہ پڑھیں اور اس کے روح کو ایصال ثواب کریں۔ حدیث میں ہے کہ جس میّت کو ستّر ہزار بار کلمہ کا ثواب پہنچایا جائے۔ وہ داخل جنّت ہو گی خواہ وہ مستحق عذاب ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے مزید فرمایا جو تمہارے سلسلہ میں داخل ہو گا۔ امید قوی ہے کہ اسے عذابِ قبر نہیں ہو گا۔ ہم نے اس بات کا تجربہ کر لیا ہے آپ نے فرمایا۔ ہندو عورت تھی۔ اس نے ہمارے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا تھا۔ وہ زندگی میں کلمہ طیبہ کا وِرد کثرت سے کرتی تھی۔ جب مری تو ہم اس کی قبر پہ گئے۔ اس کی قبر کو منوّر، متوسّع اور متطیّب پایا آج تک آرزو ہے کہ کاش ہماری قبر بھی ایسی ہی ہو۔ مجلس میں سے ایک مرید نے عرض کی کہ ایک قبر کیا چیز ہے۔ ہمارے حضرت نے تو اپنے مریدوں کو ہزاروں قبروں کو منوّر کر دیا ہے اور منوّر کرتے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اِنشاءاللہ۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ ایک خاتون کی خواہش تھی کہ وہ ہمارے سلسلہ میں داخل ہو لیکن اس کا خاوند ہمارے سامنے اس بات کا ذکر نہیں کرتا تھا حتّٰی کہ وہ عورت فوت ہو گئی اس کی وفات کے بعد اس کے خاوند نے اس کی اس آرزو کو ہمارے سامنے ظاہر کیا۔ ہم نے اس کے حال پہ توجہ فرمائی۔ اس کے رُوح کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا وہ اسی رات اپنے شوہر کو خواب میں ملی اور کہنے لگی۔ میری آرزو پوری ہو گئی اور میرا مقصود پورا ہو گیا۔ میں داخلِ سلسلہ ہو گئی ہوں۔

ایک دن احقر نے عرض کیا حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فصوص میں لکھا ہے۔ لَا یُؤثر الھمتہ بدون الاستعداد وَلِھٰذَا مَا اثرت ھِمّتہِ لرّسول صلی اللہ عَلَیہِ وَسلّم فِی ابیطالب یعنی مرشد کی ہمّت مرید کی استعداد کے بغیر اثر نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہمّت نے ابوطالب پہ اثر نہ کیا۔ مجھے یہ بات سُن کر تو سخت مایوسی ہوئی ہے کہ بندہ تو ابوطالب سے بھی کم استعداد کا مالک ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے نزدیک یہ بات مقبول نہیں، ہم اگر پتھر پہ بھی توجّہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ پتھر میں بھی انوار الٰہی کا ظہور ہونے لگیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم کی ہمّت کا ابُوجہل میں اثر انداز نہ ہونا حضور کے ارادہ اور توجہ کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔

ایک دن فرمانے لگے کہ اپنے شیخ کی رضا خالق کی قبولیّت کا سبب ہے۔ مخلوقِ خدا بھی اسے قبول کرتی ہے۔ شیخ کی آزردگی نفورین کا مُوجب ہے اور مخلوق میں بھی نفرت کا اظہار ہے۔ آپ نے مزید فرمایا۔ شیخ کی رضا وہ کام کرتی ہے جو کوئی مجاہدہ اور ریاضت نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان کی کہ حافظ محمد نامی ایک بزرگ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے مرید تھے۔ ان کا سلوک لطیفہ نفس تک پہنچ کر بند ہوگیا تھا۔ حضرت قبلہ جس قدر توجہ فرماتے اثر نہ ہوتا۔ ایک دن حضرت خواجہ

---

۵۷ حافظ محمد مرید حضرت میرزا مظہرؒ: آپؒ حضرت خواجہ موسیٰ خاں کے یاران میں سے تھے اور انہیں کے حکم سے حضرت مظہر جانِ جاناںؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کیا تھا (مقاماتِ مظہری ۹۲) خواجہ موسیٰ خان دہبیدی بھی حضرت میرزا مظہرؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ میرزا مقصود دہبیدی نے تراجم علماء المشائخ الاحرار یہ (قلمی نسخہ مخزونہ کتابخانہ عارف حکمت مدینہ منوّرہ) میں حضرت میرزا مظہرؒ کا ایک مکتوب ان کے نام نقل کیا ہے (مکاتیب میرزا مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی ص۲۱۲) خواجہ موسیٰ خان دہبیدی کی ایک تصنیف نوادر المعارف کا ایک خطی نسخہ راقم محمد اقبال مجدّدی کو ۲۶ جولائی ۱۹۷۶ء قندھار افغانستان میں ملّا حاجی عبدالغنی قندھاری تاجر کتب کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا جس سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ خواجہ محمد موسیٰ خاں کے والد کا نام خواجہ عیسیٰ دہبیدی تھا۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ مکاشفہ میں حضرت قبلہ سے فرمایا۔ بیٹا! اسے اس قدر سلوک کم نہیں ہے آپ اس مقولہ کے بعد ان کی ترقی سے مایوس ہو گئے۔ کچھ روز بعد حافظ محمد مذکور ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدبخت نے حضرت قبلہ کی مذمت، غیبت اور ہجو میں ناملائم گفتگو شروع کر دی حافظ صاحبؒ کی رگِ غضب بھڑک اُٹھی اسے سخت الفاظ میں ڈانٹا۔ حضرت قبلہ نے یہ تمام ماجرا از رہِ کشف معلوم کر لیا۔ حافظ محمد پر بڑے راضی ہوئے۔ جب مجلس میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا حافظ صاحب! اُٹھیے۔ آپ کی کامیابی کا وقت آ گیا ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ یہ کہہ کر پوری توجہ فرمائی تو وہ عقدہ فتح ہو گیا۔

ایک دن نمازِ عصر کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ آج سارا دن انقباض رہا ابھی ابھی انبساط نصیب ہوا ہے۔ اپنی اپنی حاجات دل میں تصور کر لو تا کہ تمہارے لئے دُعا کی جائے انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہو گی۔ اسی اثناء میں حضرت مولوی محمد عظیم صاحب[1] جو آپ کے خلیفہ مجاز اور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ۲۔ مصنف حضرت خواجہ محمد عابد سُنامی کے مریدین میں سے تھے۔ اس طرح یہ حضرت مرزا مظہرؒ کے پیر بھائی اور خلیفہ بھی تھے۔ ۳۔ کتاب سات فصول پر مشتمل ہے اور سلوک و طریقت کے موضوع پر ہے۔

خواجہ موسیٰ خان کا شاہ محمد مظہرؒ نے شیخ محمد عابدؒ کے خلفاء میں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: متورع و متقی و صاحب کشف و مقامات و تصرفات در ولایت ماوراء النہر بارشاد و ہدایتِ طالبان خدا یگانہ روزگار بودند (مقامات سعیدیہ ص ۳۰)

[1] مولوی محمد عظیمؒ عالم اور دیندار تھے۔ باطنی نسبت حضرت شاہ غلام علیؒ سے حاصل کی تھی۔ کئی سال تک خدمت میں رہ کر مقاماتِ مجددیہ حاصل کئے اور خلعت سے مشرف ہوئے اور شاہ صاحبؒ سے تاحیات جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ شاہ صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔ انہیں نے شاہ صاحب کو غسل دیا اور پھر حرمین الشریفین چلے گئے۔ وہیں انتقال کیا (جواہر علویہ ۲۴۳)۔ حضرت شاہ عبد الغنیؒ فرماتے ہیں "مولانا محمد عظیمؒ عجب مرد مہذب الاخلاق بودند گویا جبلتِ ایشان بر اخلاق حمیدہ مجبول بود باجازت حضرت ایشان مشرف شدہ بودند بعد انتقال حضرت ایشان بحرمین الشریفین رفتند و انتقال فرمودند (تکملہ مقامات مظہری ۱۸۲)۔ حضرت شاہ محمد مظہرؒ نے انہیں حبیبِ عالم لکھا ہے (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ۱۵

اخلاق میں کامل تھے۔ اُٹھے۔ دست بستہ عرض کرنے لگے۔ میری دلی حاجت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی متابعت قولاً فعلاً عملاً اور اعتقاداً نصیب ہو اور حضور کی محبّت میں استغراق حاصل ہو۔ حضور نے ان کے لئے خصوصی دعا فرمائی اور ان کی حالت پہ توجہ فرمائی مولوی موصوف (محمّد عظیم) احقر کو نمازِ عشاء کے بعد ملے۔ فرمانے لگے۔ ابھی تک اس دُعا اور توجہ کا اثر میری نس نس میں باقی ہے۔ یہ غلام اس وقت اپنے حجرے میں سکونت پذیر تھا۔ آپؒ نے نہایت محبت وشفقت سے طلب فرمایا۔ اسی حلقہ میں شرکت کا موقعہ دیا۔ اس مجلس میں موضع کوٹہ بوندی[1] کے قاضی (کوٹہ دہلی سے تین سو میل اجمیر شریف کی طرف ہے) ابھی موجود ہے۔ بیعت کے موضوع پہ گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص ہم سے بیعت ہوا اس کا نام اب بھول گیا ہوں۔ ایک ہی توجّہ سے لطائفِ خمسہ جاری ہو گئے۔ توجہ الی اللہ اور حضوری فی اللہ حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولانا خالد نے کہا تھا کہ مشائخ کبرویہ میں یہ رسم ہے کہ جب کوئی مرید کسی پیر کی بیعت ہوتا تمام حاضرین اس کا دامن پکڑ لیتے ہیں تاکہ شریکِ فیض ہو سکیں لیکن ہمارے سلسلہ میں یہ معمول نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جب کسی اہلِ ارادت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔ اسے استغفار اور توبہ کی تعلیم دی جاتی ہے تمام حاضرینِ مجلس کو بھی استغفار کرنا چاہیئے تاکہ از سرِ نو داخلِ سلسلہ ہو سکیں یہ کہہ کر آپ نے قاضی صاحب کو بیعت کے لئے اپنے پاس بلایا وہ اعمال کے لحاظ سے نیک انسان نہیں تھے۔ حضرت کو اعمالِ خفیہ دیکھنے میں پورا مکاشفہ تھا۔ بایں ہمہ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ بحمدہٖ ستّار العیوب ہمارے کتنے عیوبِ خفیہ کے باوجود اس قسم کے علماء فضلاء دور دراز مقامات سے کسبِ فیض کے لئے چلے آتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے از رہِ مذاق فرمایا کہ ایک شخص حضرت شاہ رفیع الدینؒ صاحبؒ محدّث کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ بیعت ہونے کے بعد جب وہ اپنے احباب میں گیا تو لوگوں نے اسے اس بات پر مبارک باد دی۔ اس نے

---

[1] قاضی موضع کوٹہ کا پورا نام نہیں مل سکا۔ [2] آئندہ صفحہ پہ

حیران ہو کر دریافت کیا کہ مجھے کس بات پر مبارک دی جارہی ہے لوگوں نے کہا اس بات پر کہ شاہصاحب نے آپ کو بیعت کر لیا ہے۔ کہنے لگا۔ شاہصاحبؒ کو بھی مبارک دینی چاہیئے کہ مَیں نے ان کا ہاتھ پکڑا ہے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا ہے اس طرح ہم دونوں قابلِ مبارک ہیں اور ایک دوسرے کے دستگیر ہیں۔ ان کی فضیلت مجھ پر کس طرح فوقیت رکھتی ہے اس کے بعد حضرت نے مسکرا کر فرمایا ہمارا حال بھی ایسا ہی ہے ہم نہیں جانتے کہ ہم پیر ہیں یا قاضی صاحب پیر ہیں۔ قاضی صاحبؒ کو داخلِ سلسلہ فرما کر توجہ دی۔ قاضی صاحب فرماتے تھے ایک ہی توجہ سے میرا کام ہو گیا۔

ایک دن احقر کو مراقبہ کی تعلیم دی جارہی تھی۔ فرمایا۔ مراقبہ ترقب سے نکلا ہے جس کے معنٰی انتظار کے ہوتے ہیں یعنی فیضِ الٰہی کا انتظار۔ پھر فرمایا۔

ملاحظہ منشاء۔ ذات احدیت۔ اور ملاحظہ یعنی اپنے دل پر نگاہ رکھی جائے۔

ایک دن بعد از نماز عصر یہ غلام حاضرِ مجلس تھا آپ حضرت صاحبزادہ شیخ رؤف احمدؒ صاحب اور مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ مَیں ایک نکتہ بیان کرتا ہوں جسے پوری طرح دلنشین کر لینا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص دائرۂ قلب میں داخل ہوتا ہے اور اس میں وسعت پاتا جاتا ہے اور پوری بساط حاصل کر لیتا ہے۔ دوسرا اس بساط کے حاصل کرنے کے لئے اس سے بلند دائرۂ تک رسائی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حضرت شاہ رفیع الدّین محدّث دہلویؒ ۱۱۶۳/۱۷۴۹ء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے ہاں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۳/۱۸۱۷ء میں انتقال ہوا۔ قرآن پاک کا تحت اللفظ۔ اردو ترجمہ اور دیگر رسائل ان کی یادگار ہیں نیز ان کے کئی رسائل (قلمی) کتابخانہ رضا رامپور میں ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ کے بعد درس و تدریس کی تمام ذمہ داریاں آپؒ نے قبول کر لی تھیں (ر-ک تذکرہ علمائے ہند رحمٰن علی ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری ص ۱۹۶-۱۹۷)

ل۵ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ حضرت شاہ غلام علیؒ کے خلیفہ ثالث اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نبائر میں سے تھے یعنی شاہ رؤف احمد بن شاہ شعور احمد بن محمد شرف بن شیخ رضی الدّین بن زین العابدین بن خواجہ محمد یحیٰ بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔ شاہ رؤف احمدؒ عالم۔ مدرّس۔ مفسر۔ فقیہہ اور شاعر تھے۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

کر لیتا ہے مگر دونوں میں سے فضیلت پہلے کو حاصل ہو گی۔ ایک دن آپ مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر نہایت شوق اور وجد میں پڑھ رہے تھے

جان منی جانان من   دین منی ایمان من
سُلطان من سُلطان من   چیزے بدہ درویش را

فرمایا۔ جو اصل چیز ہے وہ تو رویت ذات بے پردہ صفات ہے اور یہ بات دنیا میں ممکن نہیں چنانچہ ایک دوسرے مقام پر مولینا مایوس ہو کر فرماتے ہیں۔

چہ بہانہ مید ہی شیدات را   اے بہانہ شکر لبہات را
چوں نالم زار اندستان تو   چوں نیم در حلقۂ مستان تو

پھر فرمایا۔ اس قسم کی گستاخی مولینا روم کو ہی زیب دیتی ہے، ہمیں تو مجالِ سخن نہیں۔ پھر فرمایا۔ جوش محبت میں ایسی ہزاروں گستاخیاں اور شوخیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔

ایک دن بعد از نماز عصر احقر حاضر ہوا۔ سماع کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا میں سماع کو بڑا پسند کیا کرتا تھا لیکن اپنے پیرانِ کبار کی ناپسندیدگی کی وجہ سے سماع میں شریک ہونے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ ایک دن طبیعت پر انقباص تھا۔ میں نے مصالحت کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اصلاح

(بقیہ صفحہ گذشتہ) رامپور میں ۱۲۰۱/۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے پہلے حضرت شاہ درگاہی سے تعلیم سلوک حاصل کی۔ اجازت حاصل کر کے مصروف ارشاد ہوئے پھر مشیخیت ترک کر کے حضرت شاہ غلام علیؒ سے منسلک ہو گئے۔ حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات و مکتوبات جمع کر کے اہلِ دل کے لیے راحت کا سامان مہیا کیا ہے۔ سالِ وفات میں اختلاف ہے آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے ۱۲۴۹ھ لکھا ہے۔ آپ کثیر التصانیف تھے۔ نساخ نے وضاحت کی ہے۔ فارسی میں ایک دیوان اور ریختہ میں چھ دیوان اور ہر فن میں ان سے ایک دو رسالے یادگار ہیں جمیع اصناف سخن پر قادر تھے (سخن شعرا، ۱۸۷)۔ حضرت شاہ رؤف احمد کی ان تصانیف کا سُراغ مِلا ہے۔

۱۔ تفسیر رؤفی اُردو مطبوعہ۔ ۲۔ صادقہ مصدقہ قلمی مخزونہ کتابخانہ دانش گاہ پنجاب لاہور۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نہ ہو سکی۔ ایک دن غم میں غرق زمین پہ بازو پھیلائے اور ہتھیلیوں پہ سر رکھے پڑا تھا کہ سرنگی کا آواز کانوں میں آیا فوراً طبیعت مسدود ہو گئی اور انقباض دُور ہو گیا۔ جذبہ قویہ لوٹ آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر مَیں سماع شروع کر دوں تو دہلی کے تمام قوال میری خانقاہ پہ جمع ہو جائیں لیکن میں اپنے بزرگوں کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یہ زہر قاتل ہے۔ پھر نہایت شوق کے عالم میں یہ شعر پڑھا۔

بر سرِ خاکِ ما بیا نغمۂ عشق من سرا   کہ جذبات شوق تو نعرہ زخاک برزنم

یہ شعر آپؒ نے دو تین بار پڑھا۔ حاضرین مجلس کے دل میں ایک خاص تاثیر پیدا ہوئی۔ بعضوں نے تو نعرے بلند کیے اور بعضے بے ہوش ہو گئے۔ بعض رونے لگے۔ فقیر تیرے درجے میں تھا۔ بعض گریاں و نالاں۔

ایک دن احقر پہ حالت طاری تھی۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔ مجلس میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ دوسرے مصائب میں تو ایک دو روز رونا پڑتا ہے مگر فقیری میں دائمی رونا ہوتا ہے جس میں کبھی بھی رکاوٹ نہیں آتی۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ۳۔ مراتب الوصول قلمی۔ کتابخانہ دانش گاہ پنجاب۔ ۴۔ سلوک العارفین۔ قلمی۔ کتابخانہ رضا رامپور۔ (۵) شراب رحیق۔ قلمی کتابخانہ رضا رامپور۔ (۶) رسالہ سلوک قلمی کتابخانہ دانش گاہ پنجاب۔ اور ان کتابوں سے [illegible] ملتے ہیں۔ ۱۔ سوانح حضرت شاہ درگاہی۔ (۸) مثنوی اسرار۔ (۹) معراجنامہ اُردو۔ (۱۰) مثنوی یوسف زلیخا۔ (۱۱) [illegible] (احوال مشائخ نقشبندیہ خصوصاً شاہ غلام علیؒ) اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور۔ (۱۲) درالمعارف مطبوعہ ترکی ۱۹۷۶ء (ملفوظات شاہ غلام علیؒ) (۱۳) مکاتیب شریفہ۔ ترتیب مکاتیب حضرت شاہ غلام علیؒ۔ حضرت شاہ صاحب کے حسب ذیل مکاتیب انکے نام ہیں۔ مکتوب نمبر ۴، ۷، ۱۵، ۱۹، ۳۴، ۳۹، ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۶، ۸۲، ۸۴ تا ۸۰، ۱۱۵ تا ۱۲۴۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

۱۔ رافت: جواہر علویہ (خود نوشت حالات) ۲۴۴-۲۰۹۔ لاہور۔ ۲۔ نساخ عبدالغفور خاں: سخن شعراء ۱۸۷۔ ۱۲۹۱ھ لکھنؤ۔

۳۔ شوق احمد علیؒ: تذکرہ کاملان رامپور ۱۴۳-۱۴۷۔ ۴۔ عبدالحی: نزہتہ الخواطر ۷/۱۸۸۔ ۵۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۵۴

ایک دن احقر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ مولوی صاحب! مولویت کو چھوڑ دو! اور آہ سیکھ لو! آپ کے فرمانے کے دوسرے دن ہی آہ کے ماہ کا نور دلِ سیاہ پہ چمکنے لگا۔ فالحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذالِکَ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا۔ وَلَا تنقص! احقر نے اسی وقت آہ کی تعریف میں یہ شعر کہے۔

مدّے کہ طرفہ بر سرِ آدم کشیدہ اند   آں مدّ آہ داں کہ پیش آفریدہ اند

مدِ آہی گر نبودے بر سرِ آدم پدید   او آدم بودے کہ یعنی چرم گاؤ گوسفند

ایک دن بعد از نمازِ عصر غلام حاضرِ مجلس تھا۔ بات اجازت اور خلافت کے سلسلہ میں ہو رہی تھی فرمایا۔ ہمارے نزدیک ایک اصول مقرر ہے کہ جب کسی کو ہماری توجہ کے اثر سے تصفیہ لطیفہ قلب ایک خاص کیفیت سے میسّر ہوا اور تزکیہ نفس جذبات کے ساتھ حاصل ہو جائے۔ ہماری طرف سے وہ مجازِ مطلق ہے اگرچہ ہم اسے زبانی اجازت نہ بھی دیں۔ اس کے بعد غلام اٹھا اور تسلیمات و تشکرہ بجا لایا۔ دوسرے ہی دن چاشت کے وقت غلام پھر حاضر ہوا۔ پھر اجازت کا ذکر چل نکلا۔ فرمایا جسے ہم اجازت دیتے ہیں اسے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت دی جاتی ہے۔ جس دن اسی غلام کو اجازت مرحمت فرمائی گئی یہ القا اور حلقہ کی اجازت تھی۔ اس دن ۲۷ ماہ شعبان کی تاریخ تھی اور بدھ کا دن تھا۔ چاشت کا وقت تھا آپ نے مولوی محمد عظیم صاحبؒ اور صاحبزادہ حضرت رؤف احمد صاحبؒ کو طلب کیا گیا اور فرمایا۔ آپ حضرات کو میں نے گواہی کے لئے طلب کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ انہیں (غلام محی الدین قصوریؒ) کو اجازت دوں۔ آپ حضرات فرمائیں کہ یہ اجازت کے اہل ہیں یا نہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ اہل ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ آپؒ کا فرما دینا ہی کافی ہے اور یہ اہلیت کی دلیل ہے۔ اب کسی گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ اجازت کے لائق ہو گئے ہیں اس کے بعد غلام کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا۔ میں تمہیں چھ سلسلوں میں اجازت دیتا ہوں۔ قادریہ نقشبندیہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ مجددیہ۔ کبرویہ۔ ان چھ طریقوں (سلسلوں) کا فیض بذریعہ القا طالبان حق دل تک پہنچایا جائے۔ آپ نے القا کا طریقہ بھی سکھایا اور اپنی ٹوپی اپنے دستِ مبارک سے

اس غلام کے سر پہ رکھ دی اور دیر تک اپنا دست شفقت غلام کے سر پہ رکھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ بیٹھو تمہارے سینہ میں چھ سلسلوں کا فیض القا کرتا ہوں اور جدا جدا فیض دیتا ہوں۔ آپ نے خاص توجہ فرمائی اور القاء فیوض فرمایا۔ غلام ادباً کھڑا ہو گیا اور تسلیمات بجا لایا۔ بے اختیار ہو کر پاؤں پہ گر پڑا اور دیر تک قدموں میں پڑا رہا۔ میں نے عرض کی یہ سگ گرگین کس لائق ہے آپ نے خلعت شاہی سے نوازا ہے یہ محض آپؒ کے فضل وعنایت کی وجہ سے ہے۔ پھر فرمایا۔ یہ ٹوپی میری نہیں میرے پیروں کی ہے تمہیں مورخہ ۲۷ رمضان المبارک کو خرقہ خلافت بخشا جائے گا۔ جب ستائیسویں رات ہوئی تو غلام کو بعد از نماز مغرب طلب کیا گیا۔ خرقہ اور کلاہ غلام کو عطا کی گئی پہلے خود پہنی گئی اس پہ توجہ فرمائی۔ پھر اس غلام کو اپنے ہاتھ سے پہنا دی۔ صاحبزادہ صاحب (رؤف احمد) مولوی صاحب (مولوی محمد عظیم) کو فرمایا۔ آپ دونوں خرقہ اور کلاہ پہنانے میں میری مدد کریں۔ یہ ہمارے پیروں کی سنت ہے۔ دونوں بزرگ دائیں بائیں کھڑے ہو گئے اور لباس پہنانے میں شریک ہو گئے۔ اپنے دست مبارک سے کلاہ مبارک میرے سر پہ رکھی گئی۔ تجدید اجازت ہوئی۔ اور فرمان ہوا۔ کہ آج سے تمہیں اجازتِ مطلقہ دی جا رہی ہے جو شخص طلب فیض کرے گا۔ ہماری طرف سے اذکار کا القا ہو گا اللہ تعالیٰ ہمارے پیرانِ عظام کے صدقہ پہ فیض میں تاثیر اور برکات عطا کرے۔ غلام اٹھا اور آداب بجا لایا۔

عید الاضحیٰ کے دن حضرت شاہ غلام علیؒ نمازِ عید ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ غلام بھی حاضر تھا۔ نماز عید سے فارغ ہو کر لوگوں کا ایک انبوہ قدم بوسی کے لئے آپ کی طرف بڑھا غلام مسجد کے ایک گوشے میں جا بیٹھا تا کہ ہجوم کے منتشر ہونے کے بعد قدم بوسی کروں۔ عین اژدہام میں فرمانے لگے مولوی قصوری کہاں ہیں؟ انہیں یہاں لاؤ احقر نہایت مسرت سے اٹھا اور قدم بوس ہوا۔ اپنے ہاتھ سے احقر کے سر کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ سینے سے ہی دل میں القا کی حرارت محسوس ہوئی۔ آپؒ نے دعا فرمائی۔ غلام واپس آ کر اسی گوشے میں بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں مفتی شہر بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ مفتی صاحبؒ نے اپنی داڑھی کترائی ہوئی تھی۔ تبسم فرماتے

ہوئے کہنے لگے۔ سُبحان اللہ! آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک داڑھی نہیں آئی۔ مفتی صاحب سخت شرمسار ہوئے۔ پھر مجھے طلب کیا گیا اور فرمایا۔ ابھی تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے اس نے جو فیضِ تین ماہ میں حاصل کر لیا ہے۔ آپ چھ سال میں نہیں کر سکے۔ یہ ہماری پیری کا سرمایہ ہے۔ مسجد سے اٹھ کر آپ حضرت میرزا صاحب (مظہر جانِ جاناں) قبلہ کے مزار مبارک پہ تشریف لے گئے۔ مزار کے قدم گاہ سے مٹی اٹھا کر آنکھوں رخسار اور دِل پہ ملتے رہے۔ مزار کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو گئے۔ فرمانے لگے۔ یا حضرت! اتنی کمزوری ہو گئی ہے کہ اب کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ قرآنِ پاک نہیں پڑھا جا سکتا۔ مجھے آپ نے ساری عمر نازو نعمت سے پالا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل خاتمہ بالخیر کرے۔ مزار پہ کھڑے غلام کو طلب کیا گیا۔ مَیں حاضر ہوا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر دیر تک ہوا میں بلند کیا اور مجھے مرزا صاحب قبلہ کے سپرد کیا اور فرمایا۔ یہ شخص آپ کے گھر آیا ہوا ہے۔ اپنی پوری پوری عنایات اس کے حق میں فرمائیں اس کے بعد آپ اُٹھے اور اندر تشریف لے گئے۔

ایک دِن غلام بوقت عصر حاضر ہوا۔ محمد حسن[لے] چشتی جو مقبول درگا تھے۔ نزدیک بیٹھے

لے حضرت خواجہ محمد حسن مودودی چشتی حضرت شاہ غلام علیؒ دہلوی کے خلفاء میں سے تھے۔ ان کے حالات شاہ صاحب کے احوال میں تالیف ہونے والی کتب میں نہیں ملتے۔ شاہ صاحب (رؤف احمدؒ) نے ایک محمد حسن کا ذکر کیا ہے جو مولانا خالد کردی رومیؒ کے شاگرد تھے اور بغداد شریف سے آ کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تھے اور بیت المقدس اور شام میں جا کر ارشاد و تبلیغ کا آغاز کیا تھا (جواہر علویہ ص۱۴۲) حضرت شاہ صاحب کے اکیس مکاتیب شریفہ ان کے نام لکھے گئے ہیں جو تصوّف کے اسرار و رموز اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اہم مقامات کے بیان پہ مشتمل ہیں۔ ان مکاتیب میں ان کے نام کے ساتھ نسبت کھاری کا اضافہ ہے۔ ملاحظہ ہو مکاتیب ذیل

۶-۱۶-۱۷-۱۸-۲۱-۲۵-۵۵-۶۱-۶۲-۶۴-۷۱تا۷۹-۹۳-۱۰۱-۱۱۱

ہوئے تھے۔ احقر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ محمد حسن بزبانِ حال کہتے ہیں۔

نالہ ز من بود کہ بلبل زود برد — یک نفس واشدنی داشت دلم گل زود برد

احقر نے بھی زبانِ حال سے عرض کیا۔

نیاوردم از خانہ چیزے نخست — تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ایک دن بتاریخ چودہ ماہ رمضان جب کہ گرمی زوروں پہ تھی۔ بندۂ مرتکب عصیان نے اپنی حکمت عملی سے پانی ٹھنڈا تیار کیا اور افطار کے وقت حضورؒ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا آپ نے دُور سے دیکھ کر فرمایا

بگو مجنوں چہ آوردی برائے تحفۂ لیلیٰ

غلام نے دل ہی دل میں جواب دیا۔

دل صد پارہ آوردم اگر باشد بداں میلے

جب ٹھنڈا پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے خوش ہو کر دعا فرمائی۔ برد اللّٰہ قلبک ببرد معرفتہٖ (اللہ تعالیٰ تمہارے دِل کو معرفت کی ٹھنڈک سے ٹھنڈا کرے) اس کے علاوہ بھی اپنی دعاؤں سے نوازا۔ قبولیت کا امیدوار ہوں۔ انشاء اللہ۔

جامع ملفوظات رزقہ اللہ وصول الذات عرض پرداز ہے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے لا یؤمن احدکم حتیٰ یقال انہٗ مجنون۔ یعنی مومن کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے حق میں لوگ اسے مجنون نہ کہیں۔ جب حضرت نے اس فقیر کو لفظ مجنون سے یاد فرمایا۔ گویا مجھے کمالِ ایمان کی بشارت دی گئی تھی۔

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست — کہ ایں مژدہ آسائش جانِ ماست

ایک بزرگ سے سنا گیا ہے کہ جس وقت یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بیان فرمائی۔ حضرت علیؓ نے چاہا کہ لوگ انہیں بھی مجنوں کہہ کہ پکاریں۔ بازار میں جا کر ایک قصاب سے دو ہڈیاں خریدیں ایک کو منہ میں ڈال لیا اور ایک کو کندھے پہ۔ لوگوں نے دیکھا۔ تو ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ علیؓ

مجنون ہو گئے ہیں۔ حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ نے جب یہ بات سنی تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔

ایک رات بعد از نماز مغرب غلام کو توجہ کے لئے طلب کیا گیا۔ گفتگو ترک اور تجرید میں شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت مرزا صاحب قبلہ بڑے تارکِ علائق دنیا تھے۔ حتیٰ کہ گھر میں کھانا تک تیار کرنے میں تامل کیا کرتے تھے جس وقت بھوک کا غلبہ ہوتا بازار سے تھوڑا سا کھانا منگوا لیا جاتا اور چند لقموں پہ قناعت فرماتے کسی دنیادار کی ملاقات اور دعوت پہ نہ جاتے تھے۔ اغنیاء کی خاطرداری نہیں کرتے تھے اگر کوئی امیر آدمی آپ کے پاس آتا تو آپ اس کے خلاف باتیں کرتے تاکہ وہ دوبارہ مجلس میں نہ آئے۔ ساری عمر ایک کرایہ کے مکان میں گذار دی۔ نواب غازی الدین کے والد[ل] آپ کے عقیدت مند تھے انہوں نے آپ کے لئے دیوان خانہ۔ مسجد اور کنواں تیار کرائے اور دعوت کا بہانہ کر کے بڑے رازدارانہ انداز میں آپ کو دیوان خانہ میں طلب کیا۔ مجلس سے فارغ ہو کر جب آپؒ واپس جانے لگے تو نواب صاحب کے والد نے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض دی۔ حضرت۔ یہ دیوان خانہ۔ مکان تو میں نے آپ کے لئے آراستہ کئے ہیں۔ قبول فرمائیں۔ آپؒ نے خشمناک ہو کر فرمایا مجھے اس سے پہلے بھی معلوم تھا کہ تم احمق ہو مگر آج معلوم ہوا ہے کہ تم ہبلنق بھی ہو۔ موت کا فرشتہ دار فنا سے مجھے دار البقا کو بلانے آگیا ہے مجھے ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ آئندہ رات تک زندگی وفا کرے یا نہ۔

جس دن حضرت خواجہ نے میرزا صاحب (مرزا مظہر جان جاناں) کو اجازت دینے کی تعلیم کا طریقہ سکھایا گیا۔ فرمایا۔ کہ اجازت کے لئے چند شرائط ضروری ہیں۔ اول علم۔ دوم عمل۔ سوم ترک و تجرید۔ تبتل وانقطاع۔ ان چیزوں کے بغیر اجازت بے فائدہ ہے نیز فرمایا کہ خواجہ

ل۔ پدر نواب غازی الدین خاں سے میر محمد شاہ امیر الامراء فیروز جنگ بن نظام الملک آصف جاہ اول مراد ہے۔ امیر الامراء فیروز جنگ ۱۱۳۰ھ کو تولد ہوا اور ۱۱۲۵ھ میں انتقال کیا۔ (رفعت جنگ معظم الدولہ: شجرۂ آصفیہ مرتبہ حکیم شمس اللہ قادری مطبوعہ دکن ۱۹۳۸ء ص ۴۲) مختلف عہدوں پہ فائز رہا۔ اسے حضرت میرزا مظہر اور حضرت فخر جہاں سے بڑی عقیدت تھی مدرسہ اور دیوان دہلی میں تھا۔ خود نواب غازی الدین خاں نے لکھا ہے کہ (حضرت شاہ فخر جہاں) بارہ ایام در کرنۂ پہلیل گذرانیدہ مدرسہ بنا کردہ والدِ مغفور احقر کہ بیرون دروازہ اجمیری واقع است جلوس فرمودند (مناقب فخریہ ص ۱۳)

نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے۔ درویش کو شکستہ پا اور شکستہ دست ہونا چاہیے۔ اس کا دین اور یقین درست ہونا چاہیے۔ پھر یہ بیت زبان سے ادا کیا۔

من نہ آن صیدم کہ آزادی ہوس باشد مرا — از قفس گویم نفس تا در قفس باشد مرا

ایک دن غلام حاضر ہوا۔ آپؒ نے حضرت رؤف احمد صاحب مولوی کرم اللہ صاحبؒ[۱] اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ شاعر اور مولوی بیٹھے ہوئے ہو مذکورہ بیت کا مطلب تو بتاؤ!

ایک دن چاشت کے حلقے میں غلام بھی حاضر تھا۔ رسالہ آدابؒ المریدین تصنیف حضرت نجیب الدین[۲] سہروردی آپ کے ہاتھ میں تھا۔ فرمایا۔ یہ کتاب طریقۂ نقشبندیہ سے بالکل بے خبر ہے

---

[۱] مولوی کرم اللہ محدث دہلویؒ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلیفہ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد خاص اور مجدد وقت تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر عزیزی انہیں کیلئے تالیف کی تھی شاہ عبدالغنی لکھتے ہیں:

حضرت شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی بخاطر اوشان تصنیف کردند...... اکثر اہل دہلی در فن قرأت و وجوہات سبعہ شاگرد ایشان ہستند با واسطہ یا بلا واسطہ...... (تکملہ مقامات مظہری نوشتہ شاہ عبدالغنی ص۱۶۷)

صاحب نزہتہ الخواطر نے حدیقۃ الاحمدیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت و پرورش دہلی میں ہوئی اور علوم ظاہری کی تحصیل حضرت شیخ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اور شاہ رفیع الدینؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا ۴۳ سال کی عمر میں حج و زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے پھر دہلی آکر خلق کثیر کو فیض یاب کیا اور پھر حج کے ارادہ سے سورت پہنچے تو سرطان کا مرض لاحق ہوا اور اس مرض میں شعبان ۱۲۵۲ھ کو انتقال کیا۔ سورت ہی میں دفن ہوئے (نزہتہ ۷/۳۹۴) آپکے والد کا نام عبداللہ تھا (نزہتہ ۷/۳۹۴) وہ مولوی فخرالدین کے دست حق پرست پر مشرف اسلام ہوکر انہیں سے بیعت ہوگئے (تکملہ مقامات مظہری ص۱۶۷) آپکا سال وفات حدائق الحنفیہ اور تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۵۸ھ ہے جو بے سند ہے ان کے مقابلہ میں صاحب نزہتہ الخواطر نے حدیقۃ الاحمدیہ کے حوالے سے ۱۲۵۲ھ لکھا ہے جسے ہمنے ترجیح دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۔ رافت رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ ص۲۴۰۔ ۲۔ عبدالغنی شاہ: تکملہ مقامات مظہری مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ ص۱۶۷۔ ۳۔ فقیر محمد جہلمی۔ حدائق الحنفیہ ص۴۷۳۔ ۴۔ رحمٰن علی: تذکرہ علماء ہند ص۳۹۶۔ ۵۔ عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر ۷/۳۹۴

۲ بر صفحہ آئندہ

اس میں مجاہداتِ شدیدہ اور ریاضاتِ شاقہ جو صوفیہ نے بیان کیا ہے۔ بیان نہیں کیا گیا۔ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ بنائے کار تو انکسار و فقر جنابِ الٰہی پر ہے اور اپنے مرشد کے ساتھ اخلاص رکھنے پر۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بارہ دن جنابِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر دعا کرتے رہے کہ یا اللہ۔ مجھے ایسا طریقہ عطا ہو کہ جو سب سے اسہل الطّریق اور اقرب الطرق الی اللہ ہو (آسان ترین اور قریب ترین) بارہ دن کے بعد آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ کو حصول ذات کا ایک نیا طریقہ عنایت ہوا۔ ایک دن آپ فرما رہے تھے کہ دوسرے طریقوں میں مجاہدہ رکن ہے مگر طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدے کی بجائے پیر کی توجہ ہی کافی ہے ذکر تو ہر طریقہ اور سلسلہ میں شرط ہے۔

ایک دن فرمایا کہ کسی نے حضرت میرزا صاحب قبلہ کو کہا کہ آپ نے طریقہ مجدّدیہ کیوں اختیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس طریقہ میں اتنے سخت مجاہدات اور ریاضات نہیں کرتے میں میرزا نازک مزاج ہوں۔ ثقیل مجاہدوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔

ایک رات، بعد از نماز مغرب بوقت توجہ ارشاد فرمایا کہ اہلِ محبت کو اعمال کی حاجت نہیں تھوڑے عمل بھی کافی ہوتے ہیں۔ حضرت میرزا قبلہ ان ہی میں سے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما!

ایک دن بندہ حاضرِ مجلس تھا کہ عشق و محبّت پہ گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا۔ عشق جبلّی ہی اچھا اور مفید ہوتا ہے چنانچہ ایک دن حضرت مرزا صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا عشق جبلی ہے مجھے یاد ہے کہ مَیں ابھی چھ ماہ کا تھا کہ ایک خوب صورت اور خوش شکل عورت ہمارے گھر آئی۔ جب میری نگاہ اس پہ پڑی۔ میرا دل اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ جونہی وہ میری نظروں سے اوجھل ہوئی مَیں بے قرار ہو گیا اور زار زار رونے لگا جب میں اسے دیکھ لیتا تو مجھے سکون حاصل ہوتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ھ آداب المریدین تصوّف کی شہرہ آفاق کتاب ہے جو حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کی تصنیف ہے۔ مشائخ کرام نے اپنے اپنے طریقہ پر اس کتاب کی شروح لکھی ہیں۔ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز (۸۲۵ھ) کی شرح خاتمہ کے نام سے مشہور ہے جو حیدر آباد دکن سے ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی تھی۔

۳ھ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی سلسلہ کے آئمہ میں سے تھے ۵۶۳ھ میں انتقال کیا۔

ایک دن فرمایا کہ میں نے حضرت میاں صاحب یعنی شاہ عبدالعزیز[1] صاحب کی زبانی سنا ہے کہ جب شاہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے کمالات اور افاضات کی شہرت دنیا میں پھیلی تو ایک زاہد آپ کے اعمال اور روزمرہ زندگی کے معمولات دیکھنے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ آپ صرف فرائض اور سنن پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ جب رات ہوئی بعد از نماز عشار پلاؤ کھایا گیا۔ رات کا کافی حصہ سونے میں گذرتا۔ رات کے آخری حصہ میں دس بارہ رکعت نماز تہجد ادا کر لیتے۔ زاہد بڑا حیران ہوا کہ میں تو تمام رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں ایک لمحہ آرام نہیں کرتا اور ذکر کرتے کرتے اپنا گلا پھاڑ لیتا ہوں مگر مجھے اللہ کے انوار سے کچھ بھی نہیں ملا۔ آپ اکثر رات سوتے ہیں۔ کھانا پیٹ بھر کر کھاتے ہیں لیکن ہر طرف نور الٰہی کی ضیا باریاں ہیں۔ آپؒ نے مسکرا کر فرمایا یہ نور معیّت سے ہے۔

ایک دن فرمایا کہ نقشبندیوں کا طریقہ علمار کا پسندیدہ ہے کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اس طریقہ کو مشائخ متقدمین مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور دوسرے مشاہیر اولیار کرام نے پسند کیا ہے۔

---

[1] حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۵۹ھ - ۱۲۳۹ھ) اپنے وقت کے نامور محدث اور شیخ طریقت تھے آپ کی تصانیف میں سے تفسیر فتح العزیز۔ تحفہ اثنا عشریہ۔ سر الشہادتین بستان المحدثین۔ عجالۃ النافعہ۔ حواشی قول الجمیل۔ رسالہ علم معانی۔ حواشی صدرہ۔ حواشی میر زاہد زیادہ مشہور ہیں۔

حضرتؒ مولانا غلام محی الدین قصوری جامع ملفوظات ہذا نے سند حدیث آپؒ ہی سے حاصل کی تھی حضرت شاہ صاحبؒ کا خود نوشت اجازت نامہ مع مہر حضرت شاہ صاحبؒ کا عکس مقدمہ کتاب ہذا میں ملاحظہ ہو۔

ایک دن چاشت کے وقت یہ غلام حاضر تھا ایک مرید حاضر ہوا۔ اس کا والد اور دادا غلیظ روافض سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ بھی پہلے تبرائی رافضی تھا اسے ایک ایسی مشکل آپڑی کہ جو تمام کوششوں کے باوجود دُور نہ ہوسکی۔ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے تم حضرت صدّیق اکبر رضؓ کا توشہ تقسیم کرو۔ تمہاری حاجت پوری ہوجائے گی اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کی مشکل حل ہو گئی۔ ہمارے پاس آیا اور رفض سے توبہ کی اور صدقِ دل سے طریقۂ انیقہ نقشبندیہ صدّیقیہ میں داخل ہوگیا۔ اب وہ سخت قسم کا سُنّی ہے۔

آہو است جہانگر نافہ مشکش پسرِ ابوقحافہ

یہ جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذّات (مولوی غلام محی الدّین قصوریؒ) عرض پرداز ہے کہ ایک افغانی جوان قصور شہر حرسہا اللہ عن التنزل والفتور سے حرمین الشریفین زادھما اللہ شرفاً کی زیارت کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مغرب کے علاقہ میں دورانِ سفر ایک قریے کی مسجد میں قیام کا موقعہ ملا۔ امام مسجد کے ساتھ اسے واقفیّت اور رابطہ پیدا ہوگیا۔ امام نے اسے رخصت کرتے وقت کہا کہ جب تم حضورؐ [illegible] اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے روضہ مبارکہ کی زیارت کو جاؤ تو اس غلام کی طرف سے نہایت ادب اور شوق سے عرض کرنا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فلاں شخص آپ کی زیارت کا بے حد مشتاق ہے مگر آپ کے ساتھ اس کے دو دشمن موجود ہیں جنکی وجہ سے وہ حاضر نہیں ہوسکتا۔

واجب است از ہزار دوست برید تا یکے دشمنت نباید دید

سادہ لوح حاجی اس کے ارادہ سے بے خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے روضۂ نورٌ علیٰ نور سے مشرّف ہوا اور وفائے عہد کے طور پہ اس امام جہنّم انجام کا پیغام سیّد خیرالانام کی خدمت میں پیش کیا۔ چونکہ پیغام رساں اس کے نتائج سے غافل تھا۔ رات کو خواب میں زیارت خاتم الانبیاء سے مشرّف ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک عالیشان محل میں جلوہ فرما ہیں آپ کے صحابہ آپ کے اردگرد حلقہ بستہ بیٹھتے ہیں۔ شیخین دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مجلس میں حاضر ہوئے اور بجناب مستطاب رسول مقبول صلی اللہ وآلہٖ وسلم سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے توجہ

نہ فرمائی۔ دوسری بار سلام عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کوئی جواب نہ دیا۔ مایوس ہو کر بارگاہِ عالیہ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس غلام سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے تاکہ اس سے استغفار اور توبہ سے معافی حاصل کی جا سکے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ اس سے زیادہ غلطی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک بدطینت میرے صحابہ کو اپنا دشمن جانتا ہے اور انہیں بُرے ناموں سے یاد کرتا ہے اور تم اسے سزا نہیں دیتے جناب ولائیت مآب کرم اللہ وجہہٗ یہ بات سنتے ہی مجلس سے اٹھے۔ ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ اس بدانجام امام کا ناپاک سر حاضر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے سلام کا جواب دیا اور بڑی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے الطاف واکرام سے مشرف فرمایا۔ میں بیدار ہوا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ اس واقعہ کی تاریخ کو مَیں نے اپنی یادداشت میں لکھ لیا۔ جب حج سے واپسی ہوئی تو اتفاقاً اسی مسجد میں قیام ہوا۔ میں اس بدانجام امام کا حال معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مقتدیوں نے بتایا۔ کہ امام ایک دِن دوستوں کے حلقے میں بیٹھا تھا۔ ناگاہ دیوار سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور امام کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ حاجی نے اپنی خواب کا سارا واقعہ نمازیوں کو بیان کیا اور پھر اس تاریخ کی تحریری یادداشت بھی انہیں دکھائی۔ اس گاؤں کے تمام لوگ یہ واقعہ سنتے ہی شیعیت سے برگشتہ ہو گئے اور مسلک اہل سنّت قبول کر لیا۔

بحمداللہ آن دہِ مسلمان شد   اگرچہ گدا بُود سُلطان شد

اسی طرح اگر غیب کی تلوار سے ایسے مردُودوں کے سر قلم ہو جائیں تو دوزخ کی آگ سے ہزاروں لوگوں کو نجات مل جائے لیکن جو لوگ ابوجہل کی طرح اپنی بدبختی پہ اڑے ہوئے ہیں۔ ہزاروں کرامتیں دیکھنے کے باوجود بھی راہِ راست پہ نہیں آتے۔

ہزاراں دل مُردہ از یک نگاہ   شود زندہ و خصم ناید نہ راہ

نیاید ز بدنیکوی در وجود   ز ابلیس ہرگز نیاید سجود

ایک دن فرمایا کہ ایک شخص ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا آپ یزید کو لعنت بھیجنے کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں وہ مستحق لعنت ہے یا نہیں۔ میں نے کہا۔ میں تو خود مستحق لعنت ہوں تم جس قدر چاہتے ہو مجھ پر لعنت بھیج لو۔ مجھے دوسروں پر لعنت بھیجنے کا علم نہیں اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق چاہتے ہو تو شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو وہ اس معاملہ میں زیادہ دانا ہیں۔

یہ جامع ملفوظات رزقہ اللہ وصول الذات (مولینا محی الدین قصوری) عرض گذار ہے۔ کہ حضرت کا جواب حدیث شریف کے عین مطابق ہے۔ فرمایا۔ طوبیٰ لمن شغل عن عیوب غیرہٖ یعنی اس شخص کو خوشی ہو جو دوسروں کے عیوب سے درگذر کرتا ہے اگر کہا جائے کہ مسئلہ کا جواب تو فقیہہ پہ لازم ہے تو میں کہوں گا ہاں مگر یہ خصوصیت اس وقت ہوئی ہے جب اور کوئی عالم دین شہر میں نہ ہو خصوصاً جب فقیہہ صاحب حال ہو چنانچہ ہمارے حضرت کو تو اپنے حال کی متابعت ضروری ہے۔

عین العلم میں لکھا ہے کہ جب یزید پلید کی لعنت کا تذکرہ آئے تو ضروری ہے کہ اس کے متعلق کچھ بیان کر دیا جائے تاکہ مسئلہ مبہم نہ رہے۔ جاننا چاہیئے کہ علمائے اہلسنّت و جماعت میں یزید کو لعنت بھیجنے کے سلسلہ میں تین فرقے ہیں۔ لاعنین۔ ساکتین اور مانعین حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکوت بہتر ہے کیونکہ یزید ایک دن داخل دائرۂ مباحات ہوگا۔ مباح ہیں چونکہ ترتیب ثواب نہیں اس کے ارتکاب۔ تضیع اوقات ہوتی ہے۔ مرزا بیدلؒ نے کیا خوب کہا۔

ؒ مرزا عبدالقادر بیدل (ف ۱۱۳۳ھ) بارہویں صدی ہجری میں پاک و ہند کے نامور فارسی شاعر صوفی اور عالم تھے افغانستان سے ان کا ضخیم و حجیم کلیات مع نقد بیدل شائع ہو چکا ہے۔ مراجع کے لئے دیکھیں۔ خیام پور۔ فرہنگ سخنوران طبع تبریز ۱۳۴۰ش ص ۹۷

اوقات کہ صرف گشت در لعن یزید — اے کاش شدی صرف درودِ حسنینؓ

شہابیہ میں لکھا ہے کہ جو لوگ یزید پلید کی لعنت سے درگذر کرنے کا کہتے ہیں ان کے خیال میں اس پلید کا نام لعنت کرتے وقت کبھی زبان پر نہ آئے تو بہتر ہے کیونکہ وہ مستحق لعنت نہیں ہے یہی بات لباسِ برہنہ[1] میں بھی ہے اور اسی طرح مصباح الذیت میں بھی مذکور ہے حضرت امام ربانیؒ اپنے مکاتیب میں سے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ سنت و جماعت جنہوں نے یزید کو لعنت کرنے سے منع کیا ہے وہ اہلِ عقائد کے اس اصول کی وجہ سے ہے کہ کف اللسان عن الشھادتین ضروری ہے ورنہ یزید ہزار ہزار لعنت کا مستحق ہے اس خبیث انسان سے جو جرم سرزد ہوا ہے کسی یہودی یا نصرانی سے بھی سرزد نہیں ہوا تھا۔

جامع الملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذات عرض پرداز ہے کہ یزید پلید پر لعنت کرنا اسے ثواب کا مستحق گردانتا ہے۔ ایک شخص اس کے موالات یا عدم استحقاق کی بنا پر اس پر لعنت سے منع کرتا ہے ہاں اس کی مخالفت کے لئے لعنت کرنا باعثِ ثواب ہے ایک اور بات ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ لعنت دو معنوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایک تبعید عن الرحمۃ دوسرے کمال الرحمۃ جس لعنت

---

[1] لباسِ برہنہ ، حضرت شاہ عنایت قادریؒ قصوری ثم لاہوری کی تالیف ہے جو شیخ نصیر الدین لاہوری کے فتاویٰ برہنہ کے مغلق مقامات کی شرح پر مشتمل ہے۔ شاہ عنایت فرماتے ہیں ، "محامد متواترہ و مدائح متکاثرہ ...... الخ بعد میگوید اضعف عباداللہ الباری ابوالمعارف عنایت اللہ الحنفی القادری القصوری ثم لاہوری ہرگاہ نسخہ مولفہ شیخ نصیر الدین لاہوری مُسمیٰ بہ فتاویٰ برہنہ ... باغلاق اشارات ذکر ساختہ کہ چہرہ مقصود جلوہ گر نمیگر دید - - - - - این دعاگوی خلق اللہ خواستہ کہ محال مغلقات ویرا شرح دہد و این حاشیہ را بہ لباس برہنہ نامیدم واللہ الموفق المعین وبہ نستعین"..... الخ

لباس برہنہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی اس کے چند خطی اوراق حضرت جامع ملفوظات ہذا (مولینا غلام محی الدین قصوریؒ) کے ذاتی کتب خانہ (واقع مسجد صاحبزادگان قصور در ملکیت جناب حکیم ارشاد حسین شاہ) احقر کی نظر سے گذرے ہیں اور اس کا ایک مکمل قلمی نسخہ جناب مولانا محمد طیب ہمدانی قصور کے کتب خانہ کی زینت ہے:

(حیات شاہ عنایت قصوری مولفہ محمد اقبال مجددی۔ قلمی)

میں اختلاف ہے وہ قسم اوّل کے بارے میں ہے لیکن دوسری قسم کی لعنت تو ہر طرح جائز ہے

ایک دن حضرت نے ارشاد فرمایا۔ نجف خان[1] کے ابتدائی عہدِ حکومت میں شعبان کی پہلی تاریخ سے رمضان المبارک کی برکات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی تھیں اس کے بعد نصف شعبان سے نمایاں ہوتی تھیں مگر ظلمت کفر چھا جانے پر رمضان سے ایک دو روز پہلے برکات کا آغاز ہوتا ہے۔

ایک دن بتاریخ ۲۹ شعبان غلام بوقت توجہ حاضر مجلس تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے بعض دوست جو درودِ پاک کی کثرت کے باطنی برکات کو جانتے تھے۔ شب ہلال سے ہی مراقبہ شروع کر دیتے تھے اور بہت دیر کے بعد سر اٹھایا کرتے تھے۔ فرماتے کہ اس گھڑی تازہ برکات سے ہوتی ہیں لیکن میں حکم نہیں لگا سکتا کہ آج چاند کی پہلی ہے یا نہیں۔ جس رات آپ نے یہ بیان

---

[1] مرزا نجف خان ایرانی تھا ۱۷۳۳ء میں اصفہان میں پیدا ہوا۔ ہندوستان آکر مختلف نوابوں کے ہاں ملازم رہا۔ جنگ بکسر کے بعد اس نے انگریزوں کی خدمات انجام دیں۔ لارڈ کلائیو نے اس کے صلہ میں اس کی دو لاکھ سالانہ پنشن مقرر کی۔ وہ روہیلوں کا بڑا دشمن تھا۔ اس کے لئے وہ مرہٹوں سے بھی اتحاد کر لیتا تھا۔ اس کے عہد میں شیعیت کو خوب فروغ ہوا۔ وہ ۱۷۸۱ء میں فوت ہو گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کو ایک مرتبہ دہلی سے خارج البلد کیا۔ روہیلوں کا سب سے بڑا مرکز حضرت مرزا مظہرؒ کی خانقاہ تھی۔ اس لئے نجف خان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کو قتل کروا دے چنانچہ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ کو حضرت مرزا پہ حملہ ہوا اور ۱۰ محرم کو آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت مرزا کی شہادت میں سیاسی و مذہبی دونوں اسباب کام کر رہے تھے۔ قاتل نجف خاں کے ملازم تھے۔ جس کی تصدیق مرزا محمد حاذق کی تاریخ محمدی اور عشقی کے تذکرے سے ہوتی ہے۔ خلیق انجم۔ مرزا مظہرؒ کے خطوط ۱۳۱۔ محمد ایوب قادری۔ علم و عمل روزنامچہ مولوی عبدالقادر۔ کراچی ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۹۶۔

فرمایا۔ اسی رات چاند طلوع ہو گیا

ایک دن بعد از نماز عصر بندہ حاضر مجلس ہوا تو فرمایا۔ کہ دل کو ماسوا سے خالی کرنا اور ذات حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف توجہ لگا دینا نورِ حضور کے ظہور میں بڑی تاثیر رکھتا ہے فرمایا۔ کہ میں بازار سے گذر رہا تھا۔ ایک ہندو کو دیکھا کہ ایک بُت کے سامنے بیٹھا بدل وجان متوجہ تھا ہندی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا یعنی ہری ہری اس کے بعد آپ نے مولوی محمد عظیم صاحب اور مولوی کرم اللہ صاحب کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ ایک بات کہتا ہوں۔ اگرچہ مولوی حضرات ناراض ہی ہوں گے۔ ایک دن فرمایا۔ اگرچہ مولوی مجھے مار ڈالیں گے اس توجہ الی اللہ الواحد کی برکت سے اس جگہ میں بھی برکات کا نزول ہوتا ہے۔

ایک دن میں حضور پُر نور کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس وقت ہندوؤں کی عبادت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی فرمایا۔ اللہ کی یاد میں تاثیر ہوتی ہے۔ ذاکر خواہ ہندو ہی کیوں نہ ہو ہر لفظ جس سے وہ ذکر کرتا ہے توجہ الی اللہ پیدا ہو جاتی ہے لیکن اسماء الحسنیٰ کا ذکر جس کی شریعت میں اجازت ہے خاص تاثیر رکھتے ہیں۔ انوار۔ جذبات۔ واردات اور قرب الٰہی کا ظہور اسماء الحسنیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے فرمایا۔ ایک دن ایک ہندو ہمارے پاس آیا کہنے لگا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ مجھے یادِ الٰہی کا طریقہ سکھا دیں۔ ہم نے کہا۔ کہ اللہ اللہ علی الصباح دو ہزار بار کہا کرو وہ کہنے لگا میں تو اس لفظ کے یاد کرنے کو تیار نہیں۔ ہم نے کہا۔ پھر تم صُبح کے وقت دو ہزار بار دِلی توجہ کے ساتھ تو ہی تو ہے۔ کہدیا کرو اس طرح چند روز کرو۔ آپ نے کہا کہ چند دنوں بعد اس کے دِل میں حضور اور توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی اور وہ دولتِ اسلام کے ساتھ مشرف ہو گیا۔

ایک دن ۲۲ ماہ رمضان شریف وقت توجہ اشراق میں بھی حاضر تھا۔ فرمایا۔ کہ کل ایک ہندو ذاکر جو ایک عرصہ سے ہمارے ساتھ عقیدت رکھتا تھا ہمارے پاس آیا اور کہا کہ میں ایکدن میں پچاس ہزار بار اللہ کا نام اپنے طور ہی پڑھتا ہوں۔ اس نام کی برکت سے ماسوا۔ اللہ سے فارغ

ہوگیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں اِن آنکھوں سے اس ہندو کے دل میں برکت اور خاص کیفیت کو دیکھا ہے۔ حالتِ کفر میں کیفیت مُتکدّرہ ہوتی ہے مگر ذاکر ایمانی کے بغیر نورانی کیفیت نہیں پائی جاسکتی۔ آپ نے فرمایا۔ اس ہندو سے مجھے شرم آتی تھی کہ باوجود ظلمتِ کفر وہ ذکر الٰہی سے ایک لحظہ بھی غافل نہیں رہتا تھا میں، نورِ ایمانی کے باوجود غفلت میں پڑا ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا طلبِ خدا سے کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ ذکرِ خدا کرنا چاہیئے کیفیت خود بخود پیدا ہوجائیگی اگر کیفیّت پیدا نہ ہوئی تو ذکرِ خداوندی بذاتِ خود عبادت ہے۔

گر نباشد از شکر جُز نام بہ زاں بسے خوشتر کہ اندر کام زہر

پھر فرمایا۔ ہر روز پچیس ہزار بار ذکرِ اسمِ ذات ضروری ہے۔

جامع الملفوظات، رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذات عرض پرداز ہے کہ حضرت کا قول کہ مَیں نورِ ایمانی کے باوجود غفلت میں ہوں سے مراد یہ ہے کہ قصور اعمال جو حال پہ غالب ہیں غفلت کے نام سے تعبیر ہے ورنہ آپ کی ایک ہی توجہ سے ہزاروں غفلت کے پردے دُور ہوتے ہیں نیز بسا اوقات حضرت کی گفتگو حاضرینِ مجلس کو سمجھانے کے لئے ہُوا کرتی تھی۔

ایک دن فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دعا کے متعلق یہ حدیث ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وحب عمل یقربنی اِلیٰ حبک۔ اس حُبّ سے مراد طریقہ مراقبہ ہے اور من یحبک سے مراد مرشد ہے اور عمل یقربنی سے مراد ذکرِ الٰہی ہے۔

جامع الملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذات عرض گذار ہے کہ اگر آپ یہ کہیں کہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مرشدِ کل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حق میں حُبِّ مرشد کی طلب کیسی ہے؟ مَیں کہوں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بہت سی دعائیں صرف امّت کی تعلیم کے لئے تھیں اور آپ نے ان دعاؤں کو محض اس لئے ادا کیا کہ وہ دعائیں متبرک اور متعین ہوجائیں اور اس طرح مستجاب ہوں۔

ایک روز جمعیّتِ باطن پہ گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا جمعیّت کا مطلب یہ ہے کہ اَینْدْ

اور رفتہ کی تشویش اس کے دل میں رہے۔

ایک دن غلام حاضرِ مجلس ہوا۔ فقر کے بارے میں بات چل نکلی آپ نے فرمایا۔ فقر کیا ہے؟ خلو القلب عن المراد لا خلو الید عن الزاد یعنی فقر تو دل کا آرزوں سے خالی ہونے کا نام ہے۔ نہ کہ ہاتھ کا توشے سے خالی ہونے کا نام۔ آپ نے مزید فرمایا۔ بایں ہمہ میرے نزدیک فقر یہ ہے کہ ظاہر باطن کے موافق ہو یعنی ظاہراً بھی اسباب دنیوی سے بھروسہ نہ کیا جائے اور اسی میں اتباع سنت ہے۔

ایک دن غلام حاضر ہوا تو فنا اور بقا کے متعلق بات چل پڑی۔ فرمایا۔ فنا دریا میں غوطہ لگانا ہے اور بقا اجزائے بدن سے پانی کی رسائی کا دوسرا نام ہے۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ فنا اور بقا میں صوفیہ رحمہم اللہ نے تفسیر کرتے ہوئے تفصیلی اقوال بیان فرمائے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فنا سے مراد اخلاقِ ذمیم کے زائل ہونے اور بقا اخلاقِ حمیدہ کا متحقق ہونا ہے قدمائے نقشبندیہ نے کہا ہے کہ فنا سے مراد وہ بے شعوری ہے جو کثرتِ ذکر سے پیدا ہوتی ہے جب بے شعوری کا علم نہ رہے اسے فناء الفناء کہتے ہیں۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی اصطلاح میں فنا سے مراد ماسوا سے مکمل نسیان ہے۔ یہ مقام بڑا ہی دشوار ہے اور کسی کسی کو اس عظمت سے نوازا جاتا ہے آپ نے مزید فرمایا۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فنا کے چار مقام متعین فرمائے ہیں۔ اول فنا خلقی دوم فنا ہوا۔ سوم فنا ارادہ۔ چہارم فنا فعل۔ فرمایا ارادہ ہوا کی جڑ ہے اور ہوا اس کی ٹہنی (فرع) ہے آپ نے ایک دن فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین پہ حالت بقا کا غلبہ ہے۔

ایک دن تحصیلِ علم کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا علم صرف اس قدر حاصل کرنا چاہیئے کہ صیغہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور علم نحو بھی شرح ملا (جامی) تک پڑھنا چاہیئے۔ علم معانی پہ بھی ایک دو کتابیں ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اس سے کلام میں فصاحت و بلاغت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد علم تفسیر و حدیث حاصل کرنا نہایت ضروری ہے اس سے انوارِ قلبی حاصل ہوتے ہیں۔ فقہ کی تعلیم علوم دینیہ کے سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ باقی علوم فنون تو تضیع اوقات ہیں ایک دن فرمایا علم فقہ میں

تو کتاب الصلوٰۃ تک بھی انوار قلبیہ حاصل ہو جاتے ہیں۔ معاملات میں فقہ کے انوار وارد ہوتے ہیں معاملات میں بھی انوار موجود ہوتے ہیں۔

ایک دن فرمایا کہ ایک بار تو حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کا قدم مبارک مجھ پہ ظاہر ہوا۔ میں انتہائے شوق میں اس پہ گر گیا۔ میں نابود (فنا) ہو گیا پھر موجود ہوا۔ پھر فنا ہوا اس طرح کئی بار میرے ساتھ معاملہ ہوا۔

جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذات عرض گذار ہے کہ حضرت شیخ صدیق جالندھری[1] اپنے پیر و مرشد کے مکتوب کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ پہ دستِ قدرت بیعتِ عہد کے لیے ظاہر ہوا ہے۔ عارفوں پہ بعض اوقات ظاہر ہوتا ہے چنانچہ اگر حضرت شاہ غلام علیؒ پہ قدم قدرت ظاہر ہوا تھا تو محل تعجب نہیں ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جب دوزخ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کہے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے قدم کو اس پہ رکھیں گے دوزخ کہے گی۔ بس بس!

ایک دن بعد از نماز مغرب بندہ توجہ کے وقت حاضر خدمت ہوا اس وقت آپ پہ ضعفِ قلب کا غلبہ تھا۔ آپ نے ٹھنڈا پانی طلب فرمایا۔ پانی کا پیالہ حاضر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ زیادہ ٹھنڈا تو نہیں ہے۔ ایک شخص جو سرکار برطانیہ کا ملازم تھا مجلس میں موجود تھا کہنے لگا۔ انگریز نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے کہ برتن میں فی الفور پانی ٹھنڈا یخ ہو جاتا ہے بلکہ یخ بستہ ہو جاتا ہے لیکن اس مشین پہ بہت سا روپیہ خرچ آتا ہے۔ حضرت نے ایک نئی مشین کے متعلق فرمایا کہ ہم نے بھی ایک نئی مشین ایجاد کی ہے جس پہ کچھ بھی خرچ نہیں آتا۔ میں حاضرین میں سے کسی کو کہوں گا کہ دو سو بار ضربِ الاّ اللہ پانی پہ لگا دو اسی وقت پانی ٹھنڈا یخ ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت خواجہ حسن چشتی مودودی کو فرمایا کہ اس پانی پہ چشتیوں کے طریقے پہ کلمہ ضرب بادکش کے سامنے لگاؤ۔ فی الحال پانی ٹھنڈا ہو گیا۔

---

[1] شیخ صدیق جالندھری۔ شارح مکتوبات کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے اور نہ ان کی شرح مکتوبات کے وجود کا علم ہو سکا ہے۔

ایک دن غلام حلقہ فیض میں بیٹھا تھا کہ حضرت اپنے درویشوں میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوئے کہ آج ہمارے ایک مخلص نے کہلا بھیجا ہے کہ اس کے لیے مچھلی بھون کر بھیجی جائے اس وقت مچھلی کہاں سے ملے گی۔ ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک شخص بہت بڑی مچھلی اٹھائے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مریدوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اللہ کی عنایات کو دیکھو جو ہمارے شامل حال ہیں۔ ابھی ابھی میں نے مچھلی کی خواہش کا اظہار کیا ہے تو اس نے اپنی نعمت سے فوراً نوازا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اظہارِ خیال کیا۔ ایک شخص ہمارا منکر تھا۔ ایک دن اس شخص نے سخاوت کی نمائش کی علماء و فقراء کو جمع کیا۔ بے پناہ روپیہ تقسیم کیا۔ اس فقیر سے عناد اور انکار کی وجہ سے کچھ بھی نہ بھیجا شکستہ خاطر ہو کر جنابِ الٰہی میں عرض کیا خداوندا اگر اس نے مجھے محروم کر دیا ہے تو تو مجھے محروم نہ کرنا۔ ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ ایک شخص اندر آیا سو روپے کی تھیلی میرے سامنے لا رکھی۔

ایک دن ۲۳ ماہ رمضان کو عصر کے وقت توجہ فرمانے لگے تو میں بھی حاضرِ محفل تھا۔ گرمی کی وجہ سے اس قدر شدید روزہ لگا ہوا تھا کہ گفتگو کرنا اور مجلس میں بیٹھنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان دو روزوں کا ثواب جنابِ الٰہی سے تمام امتِ محمدیہ کے روزوں سے زیادہ طلب کروں گا۔ اسی وقت کسی شخص نے آپ کو ننانوے روپے نذرانہ بھیجا۔ پہلے آپ نے زکوٰۃ علیحدہ کی۔ باقی تمام فقراء میں تقسیم کر دیا اور پھر حمد و مدح بارگاہِ الٰہی شروع کر دی۔ فرمایا سبحان اللہ کیا منعمِ حقیقی ہے! کیا معطی ہے جو بغیر علّت اور منّت مجھ جیسے ناچیز اور حقیر کو اپنی نوازشات سے مالا مال کرتا ہے۔ نہ تعویذ کرتا ہوں۔ نہ طومار۔ نہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے نواسگان میں سے ہوں۔ نہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے نبیرگاں سے ہوں پھر بھی مجھے عزیز رکھا جاتا ہے ہاں! اللہ کی دین کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ اس کی دین ہی قابلیت کی شرط ہے۔

ایک دن آپ نے اپنے ایک مرید کو جو صاحبِ کشف تھا فرمایا۔ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان پر فرشتے حلقہ باندھے حضرت کی توجہ کے منتظر ہیں۔

ایک دن بعد از نماز عصر بندہ حاضر ہوا۔ آپؒ نے فرمایا: ہمارا فیضان عام ہوگیا ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ہاں عناد اور تکبر کی وجہ سے بعض لوگ آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔ ہمارا فیض دُور دُور اطراف تک جا پہنچتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں ہمارا حلقہ ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ ہوتا ہے۔ بغداد شریف میں ہمارا حلقہ ہوتا ہے۔ روم اور ممالک مغرب میں ہمارے حلقے قائم ہیں۔ آپؒ نے از رہِ مذاق فرمایا: بخارا تو ہمارے باپ دادا کا گھر ہے۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ[1] کی خوش بختی تھی کہ حضرت مجددؒ آپ کے مرید ہوئے اور حضرت مجددؒ کی خوش بختی تھی کہ سید آدم بنوریؒ[2] آپ کے

---

۱ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۱۲ھ کی ذاتِ گرامی احیائے سنت کی تمام تحریکوں کا منبع تھی آپؒ کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک ایک حرف آپ کی مجددانہ مساعی، بلندیٔ فکر و نظر کا شاہد ہے۔ جب سترھویں صدی کی دو جلیل القدر ہستیوں یعنی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما نے احیائے علوم دینیہ کا بیڑا اٹھایا تو حضرت خواجہ باقی باللہ کے انوار سے مستفیض ہونا از بس لازم سمجھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

۱۔ محمد غوثی : اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ۴۷۷۔۴۸۰

۲۔ محمد صادق : کلمات الصادقین ۱۰۲۳ھ ورق ۷۵۔۸۷ قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات۔

۳۔ محمد ہاشم کشمی : زبدۃ المقامات ۵۔۶۵

۴۔ بدر الدین سرہندی : حضرات القدس دفتر اول۔

۵۔ خواجہ باقی باللہ : کلیات خواجہ باقی باللہ مطبوعہ لاہور۔

۶۔ ایضاً : مشائخ طرق اربعہ ناشر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کراچی ۱۹۶۹ء

۷۔ عبید اللہ کلاں بن خواجہ باقی باللہ : مبلغ الرجال خطی نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

۲ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ: واقعی یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ

مرید ہوئے۔ میں کہتا ہوں۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ مولینا خالد میرے مرید ہو گئے ہیں۔

ایک دن بعد از نماز عصر غلام حاضر ہوا۔ وہاں آپ کے ایک نئے مرید بھی تشریف فرما تھے اور کہہ رہے تھے کہ آج میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک بیابان میں سے گذر رہا ہوں۔ اس کا نصف تو گرد و غبار سے اٹا پڑا ہے۔ نصف روشن اور خوشگوار ہے۔ میں روشنی کی طرف چلا جا رہا ہوں راستے میں میری نظر ایک حجرے پر پڑی جس کا نصف حصہ اندھیرے میں ہے اور نصف حصہ روشنی میں ہے۔ میں اس حجرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ ایک بہت بھاری دیوار میرے کندھوں پہ آگری۔ میں اس طرح دب گیا کہ میرے لئے ہلنا بھی دشوار تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں مرنے والا ہوں کہ میرے سر پہ کسی شخص کی آہٹ آئی۔ اس نے کہا اپنے پیر و مرشد کو یاد کرو۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ یا پیر غلام علیؒ اسی وقت میری پشت سے دیوار سرکی اور میں صحیح سلامت اٹھا۔ آپ نے فرمایا۔ بیابان تمہارا بدن تھا۔ حجرہ دل تھا۔ دل میں دو خانے ہوتے ہیں۔ ایک خانے پہ وسواس شیطان کا ڈیرہ ہے جو تاریک دوسرا فرشتہ رحمت کا مقام ہے جو روشن ہے تمہاری پشت پہ جو بارِ گراں آپڑا تھا۔ غفلت اور کدورت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کو ایسا خلیفہ ملا جس کے نفس کی گرمی سے جہلم میں ایمان کی حرارت محسوس کی گئی۔ حضرت بنوڑیؒ کے ہندوستان سے حرمین الشریفین میں ہجرت کرنے سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ عرب میں سرعت سے پھیلا۔ حضرت کا انتقال ۱۰۵۳ھ میں ہوا اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں سے خلاصۃ المعارف، نکات الاسرار، وضوح المذاہب، تفسیر سورۃ فاتحہ، اقوالِ شیخ آدمؒ۔ مکتوبات، رسالہ، عربی در بارۂ فضیلتِ کعبہ، دریافت ہو چکی ہیں۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

۱۔ بدرالدین سرہندی مولانا، حضرات القدس ۲/

۲۔ محمد ابن بدخشی، نتائج الحرمین (۳ جلد ضخیم در احوال و مناقب شیخ آدم بنوڑیؒ و خلفاء ایشاں) خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی۔ پشاور۔

۳۔ کمال الدین محمد احسان، روضۃ النبوتہ رکن اوّل۔

تھی۔ وہ بھی انشاء اللہ توجہ سے دُور ہو جائے گی۔

ایک رات احقر نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک چارپائی پر دراز لیٹا ہوں۔ میرے عم محترم اور شیخ مکرم رحمۃ اللہ علیہما میرے پاس ہی بیٹھے ہیں میں کثرت خواب کا شکوہ کر رہا ہوں۔ وہ فرما رہے ہیں کہ فکر نہ کرو۔ تم ذات میں سو رہے ہو۔ اسی قسم کے الفاظ اور اشاروں میں فرمایا۔ یہ سب کچھ ذات ہے۔ یہ خواب بیداری کے عالم میں ان کی خدمت میں سنایا۔ انھوں نے فرمایا۔ کہ یہ ان بشارتوں میں سے ہے اور یہ بھی تمہیں ایک بشارت ہے لیکن اس معاملہ میں سخت جان اور ریاضت کی ضرورت ہے۔

ایک روز بندہ بعد از نماز عصر بوقت توجہ حاضر ہوا۔ لقمہ کی تاثیر کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حلال کے لقمہ کی تاثیر تحلیل ہونے تک ہوتی ہے مگر حرام لقمہ کی تاثیر دن تک رہتی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ آج کھانا کسی بیگانے کے گھر سے آیا تھا۔ میں نے ایک دو لقمے کھائے۔ طبیعت اس قدر مکدّر ہوئی کہ جس قدر استغفار۔ اذکار اور تلاوت قرآن پاک کی فائدہ نہ ہوا ہضم ہونے کے بعد ہی کچھ فرق آیا۔ آپ نے فرمایا۔ لوگ قِسما قِسم کے کھانے لاتے ہیں اور پھر انہیں کھانے کے لئے اصرار بھی کرتے ہیں اگر نہ کھائیں تو وہ شکستہ خاطر ہوتے ہیں اور اگر کھا لیں تو ہمارا دِل بدمزہ رہتا ہے۔ طبیعت مکدّر ہوتی ہے کیا کیا جائے۔ آپؒ نے فرمایا۔ ہمارے کھانے کی چیزیں بازار سے خرید کر ہمارے سامنے پکائی جائیں۔ اس طرح توجہ سے اُن کی تاثیر ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور کیفیت بدل جاتی ہے۔

مجنوں بخیال زلف لیلیٰ در دشت	در دشت بجستجوئے لیلیٰ می گشت
می گشت بدشت و بر زبانش لیلیٰ	لیلیٰ می بود تا زبانش می گشت

یہ وحدت الوجود کے معتقد حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ کا اس مسئلہ پر اجماع ہے غلط ہے کیونکہ متقدمین میں سے حضرت مقبول سبحانی علاؤالدولہ سمنانی اور متاخرین میں سے حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہما نے ایسے لوگوں کی مخالفت کی ہے۔ ان دونوں بزرگوں کے لاکھوں

---

۵۱ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ (۶۵۹ھ -۷۳۶ھ /۱۲۶۱ء -۱۳۳۶ء) (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ماننے والے اولیاء کبار ہوئے ہیں تو اجتماع کی دلیل تو اسی بات سے ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت غوث الثقلین امام الانام رضی اللہ عنہ کے کلام فیض انجام سے بھی مسئلہ وحدت الوجود کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ آپ کے اقوال تو اس فلسفہ کے خلاف ہیں بلکہ آپ نے یہاں تک فرما دیا۔ حلاج (منصور) سے ایک لغزش ہوئی کاش وہ ہمارے زمانہ میں ہوتا تو اس کی دستگیری کرتے۔ اس کے زمانہ میں ایسا کوئی مردِ حق نہ تھا جو اس کی دستگیری کرتا۔ ہم اسے اس مقام سے بلند تر مقام میں لے جاتے۔

جامع الملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الذات عرض پرداز ہے کہ عارفِ کامل۔ صادق مقال حضرت شاہ محمد فاضل بٹالوی [۵۱] رحمۃ اللہ علیہ جو اکثر حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت کے تربیت یافتہ تھے اور جناب غوثؓ کے عاشقان سرشار میں سے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نظریۂ وحدت الوجود کے ناقدین میں انکا نام نامی سرفہرست ہے حضرات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ نے انکے پیش کردہ نظریہ وحدت الشہود اور تنقیدات وحدت الوجود سے استفادہ کیا ہے حضرت خواجہ محمد پارسا بخاریؒ کی تالیفات میں انکے اقوال کثرت سے ملتے ہیں اور خود حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے انکی تصانیف سے استفادہ فرمایا ہے۔ انکی کتابوں میں سے العروۃ الوثقیٰ اور شرح فصوص الحکم وغیرہ اس موضوع پر روشنی ڈالتی ہیں جن کے خطی نسخے دریافت ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

۱- مظفر صدر، شرح احوال و آثار و افکار علاء الدولہ سمنانی مطبوعہ تہران۔ ۲۔ مرشد و مرید [مجموعہ مکاتیب مابین عبدالرحمٰن اسفرائنی و علاؤالدولہ] مطبوعہ تہران۔

Hermann Landolt Simnani on Wahdat-ul-Wujud, of Persia. Vol: IV, Tehran. 1971. PP-91-111. wisdom

۵۱ حضرت شاہ محمد فاضل بٹالوی: قادری سلسلہ میں آپکا شجرہ طریقت حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے خلیفہ حضرت بندگی محمد طاہرؒ لاہوری (ف۔ ۱۰۴۰ھ) تک اسطرح پہنچتا ہے۔ ہو مرید شیخ محمد افضل کلانوریؒ و ہو مرید شیخ ابو محمد لاہوریؒ و ہو مرید شیخ محمد طاہرؒ لاہوری۔ شاہ محمد فاضلؒ کی وفات ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار بٹالہ میں ہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں شرح قصیدۂ غوثیہ عربی، آپکے خانوادہ ساکن لاہور نے شائع کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ۱- ارشاد المسترشدین۔

۲- محی الدینؒ، دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف۔ لاہور ۱۹۷۱ء۔ ۳- مفتی غلام سرورؒ، حدیقۃ الاولیاء، ص ۶۴

حضرت شاہ محمد فاضل بٹالویؒ اپنے رسالہ نوریہ[1] میں لکھتے ہیں کہ وحدت الوجود کا حکم سکری ہے صحوی نہیں۔ جن لوگوں نے وحدت الوجود پر خیالات کا اظہار کیا ہے وہ عالم سکر اور غلبۂ حال میں اس سے بلند مقام کا تعین نہیں کر سکے اور ان مقامات کا امتیاز نہیں کر سکے۔ ان کے ہاں عدم اور اعتقاد میں بھی فرق پیدا نہ ہو سکا لیکن جو لوگ صحو کے مرتبہ کو پہنچ چکے ہیں ان کے ہاں فرق پایا جاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ اس تحقیق کو یاد رکھو کیونکہ یہ شیخ اجل حقیقی کا نتیجۂ فکر ہے یعنی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہے۔ وَلَا تَکُنْ مِنَ الْغَافِلِیْن۔

ایک دن فرمانے لگے۔ ایک شخص کو لقوہ ہو گیا تھا ہم نے اس مرض کو دور کرنے کے لئے بڑی توجہ کی لیکن اس کی بیماری ہمیں لگ گئی۔ میرے گال متاثر ہونے لگے آنکھوں پر بھی اثر ہونے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا کسی مرض کے ازالہ کے لئے توجہ کرتے وقت تین چیزوں کا سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس مرض کو اپنے وجود پر لے لے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معشوق کو بیماری اپنے جسم پر قبول کر لی تھی اور اسی مرض سے واصل حق ہوئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس بیماری کو کسی دوسرے پر ڈال دیا جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ پوری توجہ اور ہمت سے اس بیماری کو زائل کر دیا جائے۔ آپؒ نے مزید کہا کہ اس توجہ اور ہمت سے بیماری کو رفع کرتے وقت مجھے ڈر رہتا ہے کہ یہ بیماری میرے بدن پر حملہ آور نہ ہو جائے تاہم اس کے اثرات ضرور ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے خواجگان کی ہمت (توجہ) میں بھی عجیب اثر ہے ان کے سلسلہ میں دعوت اسماء نہیں ہے وہ حاجات دینوی اور روحانی کے لئے ہمت کرتے ہیں اور وہ پوری ہوتی رہتی ہیں۔

ایک دن آفتاب غروب ہو رہا تھا حضرت خواجہ احرار ولیؒ نے ابھی تک نماز عصر ادا نہیں کی تھی اپنی ہمت اور توجہ سے آفتاب کو پابند کر دیا اور نماز ادا کرنے سے پہلے غروب نہ ہونے دیا۔ آپؒ کا جس وقت جی چاہا اسے چھوڑا۔ آناً فاناً سیاہی چھا گئی۔

---

[1] رسالہ نوریہ حضرت شاہ محمد فاضل بٹالویؒ کی تصنیف ہے ہم نے اس کے بارے میں آپکی اولاد مقیم فاضلیہ کالونی لاہور سے بات چیت کی تو معلوم ہوا کہ انہیں اس کتاب کا علم نہیں ہے تا حال ہمیں اسکے کسی خطی نسخے کے وجود کا علم نہیں ہے۔ فتدبر۔

ایک دن احقر بوقت چاشت آپ سے حدیث بخاری شریف پڑھ رہا تھا جب اس حدیث پہ پہنچے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ علمہ الکتاب۔ تو حضرت اسی وقت عالمِ استغراق میں چلے گئے چند لمحوں بعد سر اٹھایا اور فرمانے لگے۔ کچھ جانتے ہو۔ ہم کس مقام میں تھے۔ مَیں نے کہا۔ واللہ اعلم۔ فرمایا۔ جونہی تم نے یہ حدیث پڑھی۔ مَیں مدینہ منورّہ میں حاضر ہوا۔ رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ سے توسّل چاہا۔ اس زمین کی خاک سے جس پر حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہزاروں بار اپنا قدمِ مُبارک رکھا تھا وسیلہ (توسّل) چاہا اور دُعا کی اَللّٰھُمَّ عَلِّمْنِی الْکِتَابَ بِحُرْمَۃِ ھٰذَا التُّرَابِ (اے اللہ مجھے اس خاکِ پاک کی طفیل اپنی کتاب کا علم عطا فرما دے) اس مقام پہ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی۔ دُعا سے فارغ ہو کر فرمانے لگے ہم نے تمہارے لئے دُعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فیض نصیب کرے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَحْبَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

امّا بعد۔ فقیر غلام نبی احمد حنفی للّٰہی عفی عنہ عرض گذار ہے کہ جب جامع علومِ ظاہر و باطن محی السّنن نبویّہ۔ قیم طریقہ احمدیہ قطب العارفین غوث السّالکین مرشدنا و ہادینا الشیخ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے پیر دستگیر قبلۃ المحقّقین کعبۃ المدقّقین ہادی الامم شیخ العرب و عجم مظہر کمالات خفی وجلی مرشد مرشدنا شاہ عبد اللہ المشہور بشاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہل روزہ ملفوظات تحصیل علمِ تصوف کے وقت مختلف کاغذات پر (ان ملفوظات) کی تسوید فرمائی تھی اور آپ (حضرت شاہ غلام محی الدین قصوری) اس کی تالیف و نظر ثانی کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس لاشے گمنام (مولانا غلام نبی للّٰہی) نے کئی مرتبہ آپ کو ان لآلی منثورہ کی ترتیب دینے کے لیے عرض کی لیکن ضروری دینی امور میں آپ کی مصروفیت نے اس کام کو معرضِ تعویق میں ڈالے رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مایوسی کی چادر کندھے پہ ڈال کر آخر تنکے درجات کی تمنا میں حضرت صاحبزادہ صاحب والا مناقب سلمہ اللہ تعالیٰ (صاحبزادہ عبد الرسول رحمۃ اللہ علیہ) کی صوابدید پہ بار بار مسنونہ استخارہ کر کے اس پیرانے

مسودے کے مختلف اوراق کو جمع کرنے میں کوشاں ہوا۔ اگرچہ مدت مدید گزرنے پر یہ اوراق بوسیدہ اور خستہ ہوتے جا رہے تھے۔ بڑی ترکیب و ترتیب سے انہیں نقل کیا اس ترتیب و تالیف کے دوران حضرت والا نے خواب میں امداد فرما کر غریب نوازی بھی فرمائی۔

بعض مقامات پر کاغذ کی خستگی کی وجہ سے بعض الفاظ کے پڑھنے میں دقت آئی۔ ہو سکتا ہے میری فکرِ قاصر ایسے الفاظ کو صحیح طور پر نہ پڑھ سکی ہو۔ لہٰذا ایسے مقامات پر بیاض رہنے دیئے گئے۔ ہو سکتا ہے کہ جب کوئی حکیم دین ان مقامات کی تصحیح کر کے ثوابِ جمیل اور اجرِ جزیل حاصل کرے۔

وما توفیقی اِلّا باللہِ علیہِ توکلت والیہِ اُنیب۔

— ⁂ —

یہ نسخہ متبرکہ میمونہ ملفوظات چہل روزہ از حضرت مرشدِ مرشد مرشدنا اعنی واقف اسرار خفی وجلی قطب الاقطاب حضرت شاہ عبداللہ المشتہر بہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بقلم خام رقم مفتقر الی عباد الرحیم بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ، بتاریخ ۲۸ ماہ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ اور دوشنبہ در بلدہ للہ تحصیل پنڈ دادن خاں ضلع جہلم مکمل ہوا۔

تمام شد نسخہ معتبر کہ موسومہ بملفوظات چہلروزہ حضرت مرشد مرشد
مرشدنا اعنی واقف اسرار خفی و جلی قطب الاقطاب حضرت
شاہ عبید اللہ المشتہر بغلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بقلم
خام رقم مفتقر الی عباد الرحیم بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ بتاریخ ۲۹ ماہ
محرم الحرام سنہ ۱۳۱۰ روز دوشنبہ در بلدہ للٰہ تحصیل پنڈ
دادنخان ضلع جہلم

ملفوظات شریفہ کے خطی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۰ھ کے آخری ورق کا عکس

ماخذ مقدمہ و حواشی

طوطات :- ۱- امام الدین کھوتکی : مقامات طیبین ۱۳۰۸ھ مخزونہ کتب خانہ خانقاہ
مولوی غلام نبی للّٰہ شریف ضلع جہلم -

غلام حسن مرید مولانا غلام نبی للہی : بیاض مولانا غلام حسن ـ قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور -

شاہ غلام علی دہلوی : احوالِ بزرگان ـ مملوکہ حجی معین الدین صاحب لاہور (فوٹو گراف مملوکہ
اقبال مجددی -

شاہ غلام علی دہلوی : رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد الف ثانی بر تقابل
ح دیگر از مولانا -

غلام محی الدین قصوری مملوکہ محترمہ پاشاہ بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امروہوی . اسلام آباد .

شاہ عنایت قادری لاہوری : لباس برہنہ تلخیص فتاوی برہنہ تصنیف مولوی نصیر الدین
وی ـ قلمی ـ مملوکہ مولانا محمد طیب ہمدانی ـ قصور -

غلام محی الدین قصوری : مکاتیبِ طیبہ، جامع مولانا غلام محی الدین قصوری، مملوکہ محمد اقبال مجددی -

ایضاً : رسالہ علم میراث بخطِ مصنف ـ مخزونہ کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و
ستان ـ اسلام آباد -

غلام محی الدین کنجاہی بن مولوی محمد صالح : مجمع التواریخ ـ مملوکہ محمد اقبال مجددی -

محمد اقبال مجددی : مقاماتِ شرافت (سخنان، مکاتیب و تحریراتِ متفرقہ)

محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین ـ مخزونہ کتب خانہ مدرسہ رفیع الاسلام ـ بھانہ ماڑی ـ پشاور -

محمد صالح کنجاہی مولوی : سلسلۃ الاولیاء بخطِ مصنف مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب گجرات -

محمد صادق : کلمات الصادقین تصنیف ۱۰۲۳ھ قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب گجرات -

محمد عابد سنامی شیخ : چہل مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی (انتخاب)، با دیباچہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی -

ذخیرۂ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی۔ دانش گاہ پنجاب۔ لاہور۔ نمبر ۸۶۸/۳۹۰۱۔

۱۴۔ موسیٰ خان دہ بیدی: نوادر المعارف۔ قلمی مملوکہ حاجی ملا عبد الغنی۔ قندھار۔

۱۵۔ گول شیخ بہلول برکی جالندھری: فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار۔ مخزونہ لیاقت میموریل پبلک لائبریری۔ کراچی۔

۱۶۔ مجہول الاسم: رسالہ مسائل فقہ۔ مملوکہ جی معین الدین صاحب لاہور۔

۱۷۔ ایضاً: رسالہ در حالات حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ۔

مطبوعاتِ عربی:

۱۸۔ علامہ شامی: سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی۔ مشمولہ رسائل نذیریہ۔ سہیل اکیڈمی۔ لاہور۔

۱۹۔ عبد الحی حسنی: نزہتہ الخواطر ۸ جلدیں۔ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن۔ ۱۹۶۲۔ ۱۹۷۰ء

۲۰۔ محمد زاہد بن حسن الدوزجوی: ادغام المرید (فی شرح النظم العتید) ترکی ۱۹۷۷ء

۲۱۔ محمد بن عبد اللہ الخانی الخالدی: البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقہ الخالدیہ۔ مصر ۱۳۱۹ھ

مطبوعاتِ فارسی:

شاہ ولی اللہ: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی۔ ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۶۹ء

۲۲۔ احمد منزوی: فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی شش جلد۔ تہران۔ ۴۸۔۱۳۵۳ش

۲۳۔ باقی باللہ خواجہ: کلیات۔ لاہور۔ ۱۹۶۷ء

۲۴۔ ایضاً: مشائخ طرق اربعہ۔ ناشر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان۔ کراچی ۱۹۶۹ء

۲۵۔ بدر الدین سرہندی مولانا: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب الٰہی۔ لاہور، محکمہ اوقاف۔ ۱۹۷۱ء

۲۶۔ تسبیحی محمد حسین: کتابخانہ ہائے پاکستان۔ اسلام آباد ۱۹۷۷ء

۲۷۔ خیام پور عبد الرسول: فرہنگ سخنوران۔ تبریز۔ ۱۳۴۰ش۔

۲۸۔ دانش پژوہ محمد تقی: فہرست نسخہ ہائے خطی دانش گاہ تہران جلد ۱۳۔ تہران

۲۹۔ رافت رؤف احمد مجددی: در المعارف۔ ترکی ۱۹۷۴ء

۳۰۔ رفعت جنگ معظم الدولہ: شجرۂ آصفیہ مرتبہ حکیم شمس اللہ قادری۔ دکن ۱۹۳۸ء

۳۱۔ عماد الملک غازی الدین نظام: مناقب فخریہ۔ دہلی مکتبہ مجتبائی ۱۳۱۵ھ

٣٢۔ عزیز اللہ عطاردی قوچانی: فہرست مخطوطاتِ فارسی مدینہ منورہ۔ تہران ١٣٤٦ش۔

٣٣۔ عبدالرحمن اسفرائنی و علاء الدولہ سمنانی: مرشد و مرید (مجموعہ مکاتباتِ مابین اسفرائنی و سمنانی) تہران ١٩٧٢ء

٣٤۔ شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقت۔ مطبع علوی ١٢٨٤ھ (رسائل سبع سیارہ)

٣٥۔ شاہ غلام علی دہلوی: رسائل سبع سیارہ۔ مطبوعہ مطبع علوی ١٢٨٤ھ

٣٦۔ ایضاً: مکاتیب شریفہ۔ ترکی ١٩٧٥ء

٣٧۔ شاہ غلام علی: مقاماتِ مظہری۔ مطبع احمدی دہلی ١٢٦٩ھ

٣٨۔ غلام سرور مفتی لاہوری: خزینۃ الاصفیا، مطبع ثمر ہند لکھنؤ ١٨٧٣ء

٣٩۔ غلام محی الدین قصوری: تحفۂ رسولیہ۔ لاہور ١٣٠٨ھ

٤٠۔ ظہور حسن: ارشاد المسترشدین (مناقب و معمولات سید حسن فاضلی) مطبوعہ۔

٤١۔ شاہ عبدالغنی مجددی: ضمیمۂ مقاماتِ مظہری۔ شامل بطور تکملہ مقاماتِ مظہری۔ مطبع احمدی دہلی ١٢٦٩ھ۔

٤٢۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ۔ اکمل المطابع دہلی ١٢٨٢ھ

٤٣۔ سید محمد حافظ صاحبزادہ: بستانِ معرفت (حالات حافظ عبدالرسول قصوری) لاہور۔ ١٣٠٣ھ

٤٤۔ محمد بشیر حسین ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع (ڈاکٹر خان بہادر محمد شفیع) لاہور ١٩٧٢ء

٤٥۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات۔ لکھنؤ۔ ١٣٠٧ھ

٤٦۔ محمد رضا شیخ: ریاض الالواح غزنہ۔ کابل ١٣٤٦ش

٤٧۔ مظہر جانِ جاناں میرزا: مکاتیب میرزا مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی۔ بمبئی ١٩٦٦ء

٤٨۔ مظفر صدر: شرح احوال و آثار و افکار علاء الدولہ سمنانی۔ تہران۔

٤٩۔ نعیم اللہ بہرائچی: معمولاتِ مظہریہ۔ مطبع نظامی کانپور ١٢٧٥ھ

٥٠۔ تصدق حسین موسوی: فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد۔ دکن جلد اول۔

مطبوعاتِ اردو:-

٥١۔ ابوالحسنات سید عبداللہ: گلزار اولیا۔ حیدرآباد دکن۔ ١٩٦٠ء

٥٢۔ احمد خان سرسید: آثار الصنادید۔ دہلی ١٩٦٥ء

٥٣۔ بحر العلوم ملا عبدالعلی: رسالہ وحدت الوجود، ترجمہ و مرتبہ زید ابوالحسن فاروقی۔ ندوۃ المصنفین دہلی ١٩٧١ء

۵۴۔ خلیق احمد نظامی : ۱۸۵۷ء سے پہلے کے مشائخ دہلی مشمولہ تاریخی مقالات۔ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۶ء۔

۵۵۔ خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت مطبوعہ بصورت عکس۔ اسلام آباد۔ ۱۹۷۵ء

۵۶۔ خلیق انجم : مرزا محمد رفیع سودا۔ علی گڑھ ۱۹۶۶ء

۵۷۔ خلیق انجم : مرزا مظہر جانِ جاناں کے خطوط۔ دہلی۔ ندوۃ المصنفین ۱۹۶۲ء

۵۸۔ رافت رؤف احمد مجددی : جواہر علویہ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور۔ (س۔ن)

۵۹۔ رحمٰن علی مولوی : تذکرہ علمائے ہند ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری۔ کراچی۔ ۱۹۶۱ء

۶۰۔ زید ابوالحسن فاروقی : مقاماتِ خیر (احوال و معارف حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی) دہلی

۶۱۔ شبیر احمد شاہ : انوار محی الدین (سوانح مولانا غلام محی الدین قصوری) لائل پور۔ ۱۹۶۶ء

۶۲۔ شوق احمد علی : تذکرہ کاملانِ رام پور۔ دہلی ۱۹۲۹ء

۶۳۔ عبدالقادر رام پوری مولوی : علم و عمل (روزنامچہ) مرتبہ محمد ایوب قادری۔ کراچی۔ ۱۹۶۰ء

۶۴۔ غلام مصطفےٰ خان ڈاکٹر : لوائح خانقاہ مظہریہ۔ حیدرآباد۔ ۱۹۷۵ء

۶۵۔ غلام سرور لاہوری مفتی : حدیقۃ الاولیاء، با مقدمہ و حواشی و تحقیق محمد اقبال مجددی۔ المعارف لاہور

۶۶۔ غلام دستگیر قصوری : البحاث فرید کوٹ۔

۶۷۔ فقیر محمد جہلمی : حدائق الحنفیہ۔ لکھنؤ ۱۹۰۶ء

۶۸۔ محمد معصوم شاہ : ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین۔ رام پور ۱۳۰۸ھ

۶۹۔ محمد اقبال مجددی : احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری۔ لاہور۔ ۱۹۷۲ء

۷۰۔ محمد حسن کرتپوری : حالاتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ۔ مراد آباد۔ ۱۳۲۲ھ

۷۱۔ محمد شفیع : اولیائے قصور (یادداشتہائے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع دربارہ قصور) لاہور۔ ۱۹۷۲

۷۲۔ محمد حسن کرتپوری : ملفوظات حضرت مولوی غلام نبی للہی۔ لاہور (س۔ن)

۷۳۔ محمد عالم شاہ فریدی : مزاراتِ دہلی (طبع دوم۔ سن۔ن)

۷۴۔ مبارک علی شاہ : ذکرِ خیر (حالات مولانا شاہ عبدالحق محدث) لاہور۔ ۱۳۶۲ھ

۷۵۔ محی الدین : دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف۔ لاہور۔ ۱۹۷۱ء۔

۷۶۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ۔ لاہور ۱۳۳۵ھ (اردو ترجمہ) چار۔ رکن (حصے)۔

۷۷۔ نساخ عبدالغفور: سخن شعراء۔ لکھنؤ ۱۲۹۱ھ

۷۸۔ وحید واحد علی: پشت نامہ مہوہ۔ بہرائچ۔ ۱۹۲۹ء۔

مطبوعات انگریزی:

۱۔ اسلامک کلچر۔ حیدرآباد۔ دکن۔ جلد نمبر ۱۱۔

۲۔ ہرمان لینڈلٹ: سمنانی اور نظریہ وحدت الوجود۔ مقالہ شمولہ۔ وزڈم آف پرشیا۔ جلد چہارم۔ تہران ۱۹۷۱ء

۳۔ اردن: لیٹر مغلز۔ جلد اول۔ لاہور ۱۹۷۷ء

۴۔ سٹوری: پرشین لٹریچر۔ جلد اول حصہ دوم۔ لندن ۱۹۵۳ء

۵۔ محمد لطیف: ہسٹری آف پنجاب۔ دہلی۔

۱۲۷

تالیفات و مقالات محمد اقبال مجددی

تالیفات:

۱۔ احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری (مؤرخ، تذکرہ نگار اور صوفی بعہد اورنگ زیب) مطبوعہ دار المؤرخین۔ لاہور۔ ۱۹۷۲ء

۲۔ علمائے ساہو والہ (سیالکوٹ) کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ (مبنی بر یک مخطوطہ نادرہ) لاہور۔ ۱۹۷۱ء

۳۔ احوال و آثار سید شرافت نوشاہی۔ لاہور ۱۹۷۱ء

۴۔ گنج شریف (اردو نظم بعہد اکبر و جہانگیر)، تصنیف حاجی محمد نوشہ گنج بخش۔ جمع و تدوین سید شرافت نوشاہی۔ تقدیم و تحقیق محمد اقبال مجددی با دیباچہ ڈاکٹر سید عبداللہ۔ لاہور ۱۹۷۵ء

۵۔ حدیقۃ الاولیاء (تذکرہ صوفیائے پنجاب) تصنیف مفتی غلام سرور لاہوری۔ تحقیق و تہذیب و تعلیقات محمد اقبال مجددی۔ لاہور ۱۹۷۶ء

۶۔ ملفوظات شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی۔ مقدمہ مفصلہ و حواشی محمد اقبال مجددی۔ لاہور

مقالات مشمولہ دائرہ معارف اسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) دانش گاہ پنجاب لاہور

۱۔ قصور۔ شہر (شہر کی تاریخ، علماء و مشائخ و مصنفین، تاریخی عمارات)

۲۔ کنجاہ (ضلع گجرات کے قصبہ کی تاریخ تراجم علماء و مشائخ، تہذیب و ثقافت)

۳۔ عبداللہ خویشگی قصوری۔ تنقید احوال و آثار۔

۴۔ شاہ حسین لاہوری۔

۵۔ میاں شیر محمد شرق پوری

مقالات مشمولہ رسائل

۶۔ تحفۃ الواصلین اور اس کا سالِ تصنیف۔ معارف۔ دار المصنفین اعظم گڑھ۔ بھارت نومبر ۱۹۶۷ء

۷۔ فہرست مخطوطات شیرانی کی ترتیب میں مرتب کی فروگذاشتیں۔ معارف۔ جنوری ۱۹۶۹ء

۸۔ عظمت اللہ بے خبر بلگرامی کے رسالۂ غبارِ خاطر کا ایک قدیم مطبوعہ نسخہ۔ معارف۔ جون ۱۹۶۸ء

۹۔ شاہ حسین لاہوری کی ایک غیر مطبوعہ فارسی تصنیف تہنیت۔ معارف۔ اگست ۱۹۷۰ء

۱۰۔ خدائق داودی (تاریخ سلسلۂ صابریہ کا ایک اہم ماخذ) برہان۔ ندوۃ المصنفین۔ دہلی مئی ۱۹۷۰ء

۱۱۔ لاہور کے چند غیر معروف صوفیہ (مبنی بر مخطوطات۔ المعارف لاہور۔ اپریل ۱۹۷۰ء

۱۲۔ پیر کلیر کے تذکرے۔ بصائر۔ کراچی۔

۱۳ فہرست مخطوطات کتب خانہ مخدومی شمس الدین مرحوم۔ المعارف لاہور۔ اگست ۱۹۷۰ء

۱۴۔ حافظ نعمت اللہ لاہوری۔ المعارف۔ لاہور۔ جون ۱۹۷۱ء

۱۵ شیخ علی متقی۔ مجلہ حسد۔ کراچی:

۱۶۔ خطِ نستعلیق۔ تاریخ، تراجم، ماہرین خط مشمولہ مجلہ نمائش اسلامیہ کالج لاہور۔

۱۷۔ عہدِ اکبری میں فنِ خطاطی و خطاطین۔ رسالہ کریسنٹ۔ لاہور۔ جون ۱۹۶۷ء

۱۸۔ ناقدین حیات جاوید اور مولانا ابوالکلام آزاد۔ کریسنٹ۔ لاہور

۱۹۔ علم کلام پر علامہ شبلی کا ایک نایاب لکچر۔ معارف اعظم گڑھ۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء

۲۰۔ تقریر علامہ شبلی۔ سالانہ جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ معارف۔ اگست ۱۹۶۷ء

۲۱۔ لکچر انجمن ترقی اردو بمبئی از علامہ شبلی۔ معارف۔ ۱۹۶۷ء

۲۲۔ مشائخ پنجاب کا ایک نادر تذکرہ۔ (مخطوطہ) فکر و نظر۔ اسلام آباد ستمبر ۱۹۷۷ء۔